مدارس دینیہ کے نصاب کے مطابق
جامعہ ہذا کے درجہ اولیٰ کے نصاب میں شامل
عقائدِ اسلامیہ پر مشتمل عام فہم درسی کتاب

تالیف

ابو الظہیر مولانا ہدایت اللہ صاحب مدظلہ

استاذ جامعہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن سرکی روڈ، کوئٹہ

تصحیح

حضرت مولانا مفتی گل حسن صاحب مدظلہ

اُستاذ حدیث و رئیس دار الافتاء، جامعہ دار العلوم [illegible] نیلا گنبد سرکی روڈ کوئٹہ

شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن

نام ——— دروس العقائد

مرتب ——— مولنا ابوالظہیر ہدایت اللہ صاحب

سرورق ڈیزائن و کتابت ——— خطاط پاکستان عبدالرشید قمر صاحب تلمیذ حضرت نفیس رقم صاحب

تعداد ——— 2000

اشاعت ——— بار دوم

سن اشاعت ——— ۱۴۳۲ھ 2011ء

پرنٹنگ ——— القمر پرنٹنگ پریس، رائل پارک لاہور

ملنے کے پتے

1. جامعہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن سرکی روڈ بکس کوئٹہ 100
2. مدرسہ عربیہ تجوید القرآن نزد ڈی آئی جی ہاؤس سبی
3. المودہ اسٹیشنری اختر محمد روڈ نزد جامعہ تجوید القرآن کوئٹہ
4. مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
5. راشد کتب خانہ تاج میر خان روڈ چمن
6. مکتبہ فاروقیہ خیبر مارکیٹ کوئٹہ
7. حافظ کتب خانہ مسجد روڈ کوئٹہ
8. اسلامی کتب خانہ نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فہرست مضامین دروس العقائد

عنوانات	صفحہ نمبر
عقیدہ اور ایمان کی حقیقت	8
ایمان باللہ کا مطلب	10
اسماء الحسنیٰ	14
شرک کی حقیقت اور اسکی مذمت	17
شرک کے جرم کی نوعیت اور اس کا انجام	18
شرک کی قسمیں	20
عبادت کی قسمیں	22
ایک جاہلانہ رسم	23
فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب	26
بعض مقرب اور مشہور فرشتے	27
فرشتوں کے منکر کا حکم	29
کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب	30
قرآن کریم کی فضیلت باقی کتب پر	31
قرآن کریم اور آسمانی کتابوں کے منکرین کا حکم	36
رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب	37
رسول اور نبی میں فرق	38
انبیاء ورسل کی تعداد	38
تمام انبیاء ورسل بشر (انسان) تھے	40
حضور ﷺ کی بشریت قرآن وحدیث سے	45
منکرین بشریت رسول فقہاء کی نظر میں	51

عالم الغیب ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے	53
انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں تھے	55
نبی اکرم ﷺ بھی عالم الغیب نہیں تھے	59
تکملہ مسئلہ علم الغیب	66
حاضر وناظر ذات صرف اللہ کی ہے	70
نبی اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء حاضر وناظر نہیں	72
سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ بھی حاضر وناظر نہیں	76
مختار کل ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے	78
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مختار کل نہیں	80
معجزہ اور کرامت کی حقیقت	90
معجزات کونسے ہیں	90
کرامت	92
ختم نبوت	94
کچھ جھوٹے مدعیان نبوت کا تذکرہ	99
مسیلمہ پنجاب غلام مرزا قادیانی	102
قادیانی عقائد	103
باقی انبیاء کی شان میں گستاخی	104
صحابہ کرامؓ کے بارے میں قادیانی کفریات	104
قرآن کریم اور احادیث سے متعلق مرزا لکھتا ہے	105
مرزا قادیانی کی عبرت ناک موت	105

اکابر علماء حق کی اس فتنہ کے تعاقب کی کوشش	106
ذکری مذہب اور اس کا مختصر پس منظر	108
محمد جونپوری کون تھا	108
ذکریوں کے عقائد	109
کیا ذکری مسلمان ہیں	110
صحابی کسے کہتے ہیں	111
مقام صحابہ قرآن کی نظر میں	112
مقام صحابہؓ رسالت مآب کی نظر میں	113
خلفائے راشدینؓ	115
حضرت امیر معاویہؓ	119
اہل بیت عظامؓ	119
عشرہ مبشرہ	120
تابعین عظام	121
قبر کی زندگی	122
عذاب قبر برحق ہے	126
حیات انبیاء علیہم السلام	129
حیات نبی اکرم ﷺ	130
قیامت اور اس کے حالات	132
قیامت کی علامات	133
علامات صغریٰ	134
علامات کبریٰ	136
حضرت مہدیؓ کا ظہور	136

خروج دجال	136
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ، صفات اور کارنامے	138
یاجوج وماجوج کا نکلنا	140
دھوئیں کا ظاہر ہونا	141
سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا	142
دابۃ الارض کا نکلنا	143
ہوا کا چلنا	143
حبشہ کے کافروں کا غالب ہونا	144
آگ کا نکلنا	144
قیام قیامت	145
تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب	146
تقدیر پر یقین رکھنے کے فوائد	150
موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان کا مطلب	151
میدان حشر کہاں ہوگا؟	153
میدان عدل کی کیفیت	154
پل صراط	155
نبی اکرم ﷺ کا شفاعت کرنا	156
حوض کوثر	161
دوزخ	162
جنت	162
اعراف	163
شفاعت اور اس کی قسمیں	164

پیش لفظ

جیسا کہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ انسان کی فلاحِ دارین اور اس کی کامیابی اور آخرت کے عذاب سے نجات بلاشبہ "عقیدہ صحیحہ" پر موقوف ہے۔ اور عقیدہ صحیحہ کے بغیر اعمال صالحہ عنداللہ کوئی وزن نہیں رکھتے اور فاسد عقیدہ کے ہوتے ہوئے اخروی نجات کی امید محض بے معنیٰ ہے۔ اور عقیدہ صحیحہ کا بنیادی عنصر توحید ہے، توحید نہ ہو تو شرک اس کا مد مقابل ہوتا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہے۔ جب عقیدہ صحیحہ ہی میں انسان کی نجات ہے اور یہی اسلام کی بنیاد ہے تو اس حوالہ سے جتنا کچھ لکھا جائے کم ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ قرآن کریم کے سرسری مطالعہ سے بھی ہو جاتا ہے، کہ قرآن کریم نے جتنی توجہ اصلاح عقیدہ پر دلائی ہے کسی اور موضوع پر اتنی توجہ نہیں دلائی۔ قرآن کریم نے اُمم سابقہ کی ہلاکتوں کو جابجا ذکر کیا ہے اور ان میں بنیادی وجہ توحید کا نہ ہونا اور شرک کا پایا جانا ذکر کیا ہے، غرض قرآن کریم جہاں انسان کی عملی زندگی کے سنوارنے پر متوجہ کرتا ہے، تو وہاں اعتقادی اصلاح کے پہلو کو اس پر مقدم رکھتا ہے لیکن آج کے اس پُرفتن دور میں عام مسلمانوں کی قرآن سے دوری، اور اسلامی تعلیمات سے غفلت نے بنیادی عقائد میں بھی فساد پیدا کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتنے صوم وصلوٰۃ کے پابند مسلمان بھی اس سے لاعلم ہوتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی ذات سے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے اور نبی اکرم ﷺ کی شان عالی سے متعلق اہل السنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے، وغیرہ۔

ان اہم اُمور کو مدنظر رکھتے ہوئے آج سے تقریباً دس سال قبل جامعہ عربیہ تجوید القرآن سرکی روڈ کوئٹہ کے مدیر مولانا قاری مہراللہ صاحب مدظلہ نے اس جانب توجہ دلائی کہ کوئی ایسا مختصر اور عام فہم رسالہ ترتیب دیا جانا چاہیئے، جس میں اسلام کے بنیادی عقائد کا ذکر ہو اور وہ جہاں عام مسلمانوں کے لئے مفید ہو، وہاں مدارس دینیہ کے ابتدائی درجات کے طلبہ کی استعداد کے بھی موافق ہو اور بچپن ہی میں عقائد کے حوالے سے ان کے ذہن میں عقائد صحیحہ کا ایک خاکہ بیٹھ جائے اور آئندہ کے لئے باطل نظریات کی یلغار سے محفوظ رہ سکیں۔

چنانچہ بندہ نے ان اُمور کو سامنے رکھتے ہوئے محض توکلاً علی اللہ اکابرِ دیوبند کی تحقیقی کتب سے درسی انداز میں چند اسباق لکھے اور ان کو محترم مولانا مفتی گل حسن صاحب مفتی جامعہ رحیمیہ سرکی روڈ کوئٹہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے بخوشی اس پر نظر ثانی فرمائی اور اعتماد کا اظہار کیا۔ اسی طرح جامعہ قاسمیہ دینیہ کے شیخ الحدیث مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی سیف الرحمٰن صاحب استاذ جامعہ عربیہ تجوید القرآن کوئٹہ نے بھی نظر سے گذارا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان حضرات کی تصویب اور تائید کے بعد یہ کتاب بنام "دُروس العقائد" شائع کرادی گئی۔ تقریباً دس سال سے جامعہ ہذا کے درجہ اُولیٰ کے نصاب میں شامل ہے اور کافی مفید ثابت ہوئی فللہِ الحمد اَوّلاً و آخِرًا۔

اب اس کا دوسرا ایڈیشن ضروری اضافے اور اغلاط کی تصحیح کے بعد قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ اس سے استفادہ کی کوشش کی جائے گی اور ارباب

مدارس اپنے نصاب تعلیم کے کسی ابتدائی درجہ میں رکھ کر طلبہ پر احسان کریں گے۔
ہماری معلومات کے مطابق یہ کتاب (دروس العقائد) **بنین** کے نصاب کے ساتھ بعض **مدرسة البنات** کے نصاب میں بھی شامل ہے اور طالبات کیلئے آسان ثابت ہوئی ہے۔

آخر میں جامعہ کے ان اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، جنہوں نے پہلی اور دوسری طباعت میں اول سے آخر تک، کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور پروف ریڈنگ کا کام نہایت دل جمعی اور ذمہ داری سے کیا۔ اور یہ گلدستہ، عزیز طلبہ تک پہنچانے میں اہم خدمت سرانجام دی۔

فجزاهم الله احسن الجزاء وزادهم وايانا
علمانافعا وعملا صالحا متقبلا.

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے، مجھے اور جملہ رفقاء کو اخلاص کے ساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقهٖ محمدو آله واصحابه اجمعين.

فقط محتاج دعا

ابو الظہیر (مولانا) ہدایت اللہ عفی عنہ
استاذ جامعہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن سرکی روڈ کوئٹہ۔ بکس 100
فون: 081-2443204

کلمات تبریک

پیر طریقت حضرت اقدس شیخ مولانا عبدالصمد ہالیجوی دامت برکاتہم العالیہ
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ ہالیجی شریف و امیر جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: مقصد کہ عقائد کا علم جو کہ اہم و ضروری ہے اس کے متعلق برادرم مولوی ہدایت اللہ نے ایک مختصر اور جامع رسالہ "دروس العقائد" کے نام سے لکھا ہے جو کہ نظر سے گذرا بحمد اللہ جامع اور مختصر ہے۔ اور ابتدائی طلبہ کرام کے لئے بہت بہترین ذخیرہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف موصوف کو دیگر کتب کے لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نیز اس تحریر کو عند الناس مقبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔

(مولانا شیخ) عبدالصمد ہالیجوی (دامت برکاتہم)

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ بمطابق ۱۷ جولائی ۲۰۰۲ م

تقریظ

حضرت مولانا عبدالقادر (رحمة الله عليه)

سابق شیخ الحدیث

جامعہ دارالعلوم قاسمیہ دیبہ کوئٹہ

باسمہ تعالی وتقدس

یہ بات عیاں ہے اور کسی سے مخفی نہیں کہ نجاۃ اور فلاح کا دارومدار عقیدہ پر ہے۔ اگر عقیدہ درست ہے تو انسان کامیاب وکامران ہے وگرنہ خسارہ ونقصان میں ہے۔اسی اصلاح عقیدہ کے باب میں برادرم ابوالظہیر مولانا ہدایت اللہ کا رسالہ دروس العقائد اعنی آئینہ عقائد ہے۔جس کو بندہ نے اول سے لے کر آخر تک نظر سے نکالا مختصر مگر جامع اور نافع پایا۔

باری تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس کی افادیت کو عام کر کے
مقبول بین العوام والخواص بنادے۔آمین

بندہ (مولانا) عبدالقادر (رحمة الله عليه)
سابق شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم قاسمیہ دیبہ کوئٹہ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی گل حسن صاحب

استاذ حدیث و مفتی جامعہ دار العلوم رحیمیہ نیلا گنبد سرکی روڈ کوئٹہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
خاتم النبیین محمد و الہٖ واصحابہ اجمعین

امابعد عرصہ دراز سے ایک بات ذہن میں گھوم رہی تھی کہ علم عقائد کے مشکل مسائل کو عام فہم اور سلیس الفاظ میں بیان کیا جاتا، تاکہ ہر خاص وعام اس سے مستفید ہوتا۔

بحمد اللہ حضرت ابوالظہیر مولانا ہدایت اللہ صاحب کا رسالہ ''دروس العقائد'' کو میں نے دیکھا تو تصور تصدیق سے بدل گیا۔ مذکورہ رسالہ اگرچہ مختصر ہے لیکن علم عقائد کے مشکل ترین مسائل کو جامع اور عین مقتضیٰ حال کے مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف کو اجر عظیم عطاء فرمائے۔ آمین

راقم الحروف نے پورا رسالہ حرف بحرف مطالعہ کیا ہے۔ الحمد للہ یہ قابل اشاعت ہے۔

فقط والسلام

بندہ (مولانا مفتی) گل حسن (صاحب) عفی عنہ (مدظلہم)
رئیس دار الافتاء دار العلوم رحیمیہ نیلا گنبد سرکی روڈ کوئٹہ
۱۴۲۳/۴/۲۷ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی سیف الرحمٰن صاحب
استاذ حدیث جامعہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن سرکی روڈ کوئٹہ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده

حمد وصلوٰۃ کے بعد اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے ہماری نااہلی کے باوجود اپنی عظیم صفت علم کی خدمت سے منسلک رکھا ہے۔ بندہ ناچیز اپنی نارسا فکر وسوچ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس پرفتن دور میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کسی بندہ کو علم کی خدمت کے لئے منتخب کرنا اور اس سے منسلک رکھنا اس بندہ کی نجات کے لئے صرف کافی ہی نہیں بلکہ اس کی دنیا وعقبیٰ کی تمام سربلندیوں کے لئے سرچشمہ ہے۔ اسی علمی خدمت کی سلسلۃ الذہب کی کڑیوں میں سے ایک کڑی ہمارے جامعہ کے انتہائی قابل قدر اور محترم استاذ جناب حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب کی ملخص اور مرتب کردہ "دروس العقائد" بھی ہے جو کہ مبتدی طلبہ عزیز اور عوام الناس کے لئے ابتدائی عقائد پر مشتمل ایک عام فہم اور مفید رسالہ ہے۔ راقم الحروف نے از اوّل تا آخر حرف بحرف مطالعہ کر کے مقصود معہود کے لئے بہت مفید پایا ہے۔ چونکہ یہ رسالہ عقائد کی ابتدائی اور بنیادی باتوں پر مشتمل تھا اور جامعہ ہذا کی "مجلس تعلیمی" نے جو کہ جامعہ ہذا کے نصاب پر نظر ثانی کرنے کے لئے بنائی گئی ہے، اس طرح کے رسالہ کی شدت سے ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس کو شامل نصاب کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو مزید توفیق عطا فرمائیں اور اس رسالہ کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین ثم آمین

فقط والسلام

مولانا مفتی سیف الرحمٰن صاحب مدظلہم فاضل دارالعلوم دیوبند
استاذ الحدیث و امیر مجلس تعلیمی جامعہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن کوئٹہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبق نمبر 1

عقیدہ اور ایمان کی حقیقت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

عقیدہ کے لغوی معنٰی ہیں گرہ لگانا اور باندھنا اور اصطلاحی معنٰی ہیں کسی شک وشبہ کے بغیر کسی چیز کا یقین اور اس کی تصدیق کرنا۔ اور اس کی جمع عقائد آتی ہے۔

مذہب کے لغوی معنٰی ہیں طریقہ اور اصطلاح میں مذہب وہ طریقہ خاص ہے جو انسان کے فکر وعمل کو نجات کی ضمانت کے ساتھ خدا تک پہنچادے۔

اسلام کے لغوی معنٰی ہیں فرمانبردار بننا اور تابع ہونا۔ اصطلاحی معنی ہیں باطنی فرمانبرداری کے ساتھ ظاہری طور پر فرمانبردار ہونا۔

اور اسلام اللہ تعالٰی کے اُس پسندیدہ دین کا نام ہے جو نبیِٔ آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے اس امت تک پہنچایا ہے۔ پھر اس کے پانچ ارکان ہیں جن کو اس حدیث پاک میں بیان فرمایا گیا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ ﷺ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ. [بخاری کتاب الایمان رقم الحدیث: ۷]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ❶ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ❷ نماز پڑھنا ❸ زکوٰۃ دینا ❹ حج کرنا اور ❺ رمضان کے روزے رکھنا۔

ایمان کے لغوی معنیٰ ہیں کسی پر اعتماد و بھروسہ کر کے کسی بات کو سچا ماننا اور اصطلاحِ شریعت میں ایمان نام ہے اُن حقیقتوں کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے کا جو انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم تک پہنچی ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا موجود و برحق ہونا، جنت، جہنم کا موجود ہونا، انبیاء و رسل کا برحق ہونا اور قیامت کا قائم ہونا وغیرہ۔ غرض تمام ان چیزوں کو ماننا جو مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہیں (جن کو ضروریات دین کہتے ہیں) ان کا نام ایمان ہے اور وہ تمام ایمان مفصّل میں جمع کر دی گئی ہیں۔

ایمان مفصل یہ ہے

آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے پر ایمان لایا ہوں۔(۱)

ان میں سے کسی ایک بات کا انکار کرنا کفر ہے اور منکر (نہ ماننے والے) کو کافر کہا جاتا ہے۔

---

(۱) انہی امور کی آگے تشریح کی جارہی ہے۔

سبق نمبر ۲

ایمان باللہ کا مطلب

ایمان باللہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر مؤمن کے لئے ضروری ہے کہ اس بات پر ایمان لائے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں اور وہ تمام صفاتِ کمالیہ کا مالک ہے۔

چند صفات کمالیہ یہ ہیں:

۱ وحدت ...... ۲ قِدَم ...... ۳ قدرت ...... ۴ علم
۵ ارادہ ...... ۶ سمع ...... ۷ بصر ...... ۸ حیٰوۃ ...... ۹ کلام
۱۰ خلق وتکوین

۱ وحدت یعنی وہ اپنی ذات وصفات میں یگانہ (اکیلا) ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

(۱) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. [البقرۃ:۱۶۳]

تمہارا معبود فقط اللہ ہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سب پر مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

(۲) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ [الاخلاص:۱] آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔

۲ قِدَم وہ قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے، ازلی ہے کہ جس کی ابتداء نہیں، ابدی ہے کہ جس کی انتہا نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ: اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے اور ظاہر بھی وہی اور باطن بھی وہی ہے۔

۳ قدرت صفت قدرت (طاقت) بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، یعنی کائنات کو پیدا کرنے، قائم کرنے، فنا کرنے اور پھر موجود کرنے پر قدرت رکھتا ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہوسکتی، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔)

۴ علم وہ تمام چیزوں کا علیم یعنی جاننے والا ہے خواہ وہ موجود ہوں یا معدوم، بڑی ہوں یا چھوٹی، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، روشنی میں ہوں یا اندھیرے میں، چنانچہ تمام انسانوں کے دلوں میں موجود تمام پوشیدہ راز ہر وقت وہی جانتا ہے، سمندر کی تہہ میں رہنے والے جانور، پہاڑ کے نیچے چلنے اور حرکت کرنے والی چیونٹی کو وہی جانتا ہے، آئندہ کل ہونے والے تمام واقعات کا علم اُسی کو ہے، یعنی علم غیب جو خاصہ ہے اُس ذات کا، اس کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں، خواہ وہ نبی ہو یا ولی، فرشتہ ہو یا جن۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ: غیب اور شہادۃ (چھپی ہوئی چیز اور ظاہر) کو جاننے والا وہ رحمٰن ورحیم ہے۔

۵ ارادہ اس کا معنی ہے اپنے اختیار سے کام کرنا اور یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح خاص ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا یا ختم کرنے کا ارادہ کرے تو کرسکتا ہے، اس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا، مثلاً اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت دینا چاہیں تو پوری دنیا زور لگا کر اس کو گمراہ نہیں کرسکتی، اور جب کسی کو گمراہ کرنا چاہیں تو مخلوق میں سے کوئی بھی اس کو راہِ راست پر نہیں لاسکتا۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام

اپنے بیٹے کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو، حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو اور نبی اکرم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کو باوجود چاہنے کے ہدایت نہیں دے سکے کیونکہ رب کو منظور نہیں تھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ کو خطاب ہوتا ہے کہ: اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ. [القصص:۵۵]

ترجمہ: (اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ تم جس کو خود چاہو، ہدایت تک نہیں پہنچا سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت تک پہنچا دیتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ مخلوق کے آگے مجبور نہیں وہ خود مختار ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ. [یٰسٓ: ۸۱]

ترجمہ: اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ "ہوجا" بس وہ ہوجاتی ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

۶ حیوٰۃ وہ حیّ ہے یعنی ہمیشہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا، اس پر کبھی فنائیت نہیں آئے گی، کائنات کی ہر چیز خواہ وہ حیوان ہو یا جمادات سے ہو، انسان ہو یا جن، غرض جو بھی پیدا کی گئی ہے وہ فنا ہونے کے لئے ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ، وَّیَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ. [الرحمن:۲۶،۲۷]

ترجمہ: اس زمین میں جو کوئی ہے فنا ہونے والا ہے (۲۶) اور صرف تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل وکرم والی ذات باقی رہے گی۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ.

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے۔

۷ ۸ سمع وبصر یعنی سننا اور دیکھنا، یہ صفات بھی اللہ تعالیٰ کی ہیں اور وہ کان اور آنکھ کے محتاج ہونے کے بغیر سمیع (سننے والا) اور بصیر (دیکھنے والا) ہے۔ اس کے آگے دور اور نزدیک، چھوٹی چیز، بڑی چیز، ہلکی آواز، زوردار آواز، برابر ہیں۔ چنانچہ اسی کا فرمان ہے کہ اِنَّ اللہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ "(بیشک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے) مخلوق اسباب کے بغیر نہ دیکھ سکتی ہے اور نہ سن سکتی ہے۔ مزید یہ کہ آنکھ اور کان کے ہوتے ہوئے بھی کسی چیز کے نظر سے غائب ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے بغیر آلات کے مخلوق میں کوئی سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ان سب کی محتاجی سے پاک ہے۔

۹ کلام یعنی بولنا، اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفت ثابت ہے اور وہ اس طرح کہ وہ بات کلام کرتا ہے، لیکن زبان کا محتاج نہیں۔

۱۰ خلق وتکوین یعنی پیدا کرنا اور وجود میں لانا، یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اور وہ خالق، پیدا کرنے والا اور مکوِّن، وجود میں لانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفاتِ کمالیہ کے علاوہ اور بھی کئی صفات ہیں اور ان صفات کی طرف اشارہ باری تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ویسے تو بہت زیادہ ہیں، لیکن مشہور اسماء الحسنیٰ ۹۹ ہیں، جن کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ جو ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔(۱)

اور وہ اسماء الحسنیٰ یہ ہیں

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

نمبر	اسم	معنی	نمبر	اسم	معنی
۲	اَلرَّحۡمٰنُ	بڑا مہربان	۳	اَلرَّحِیۡمُ	نہایت رحم والا
۴	اَلۡمَلِکُ	بادشاہ	۵	اَلۡقُدُّوۡسُ	سب عیبوں سے پاک
۶	اَلسَّلَامُ	ہر آفت سے سالم	۷	اَلۡمُؤۡمِنُ	امن دینے والا
۸	اَلۡمُهَیۡمِنُ	حفاظت کرنے والا	۹	اَلۡعَزِیۡزُ	غلبہ والا
۱۰	اَلۡجَبَّارُ	درستی کرنے والا	۱۱	اَلۡمُتَکَبِّرُ	بڑائی والا
۱۲	اَلۡخَالِقُ	پیدا کرنے والا	۱۳	اَلۡبَارِئُ	ٹھیک بنانے والا
۱۴	اَلۡمُصَوِّرُ	صورت بنانے والا	۱۵	اَلۡغَفَّارُ	بڑا بخشنے والا
۱۶	اَلۡقَهَّارُ	غالب مخلوقات پر	۱۷	اَلۡوَهَّابُ	بلاعوض دینے والا
۱۸	اَلرَّزَّاقُ	رزق دینے والا	۱۹	اَلۡفَتَّاحُ	رحمت کے دروازے کھولنے والا
۲۰	اَلۡعَلِیۡمُ	بہت علم والا	۲۱	اَلۡقَابِضُ	سمیٹنے والا
۲۲	اَلۡبَاسِطُ	پھیلانے والا	۲۳	اَلۡخَافِضُ	پست کرنے والا
۲۴	اَلرَّافِعُ	بلند کرنے والا	۲۵	اَلۡمُعِزُّ	عزت دینے والا
۲۶	اَلۡمُذِلُّ	ذلت دینے والا	۲۷	اَلسَّمِیۡعُ	بہت سننے والا
۲۸	اَلۡبَصِیۡرُ	بہت دیکھنے والا	۲۹	اَلۡحَکَمُ	فیصلہ کرنے والا
۳۰	اَلۡعَدۡلُ	بہت انصاف کرنے والا	۳۱	اَللَّطِیۡفُ	پوشیدہ چیز کو جاننے والا
۳۲	اَلۡخَبِیۡرُ	خبر رکھنے والا	۳۳	اَلۡحَلِیۡمُ	بردبار
۳۴	اَلۡعَظِیۡمُ	بڑی شان والا	۳۵	اَلۡغَفُوۡرُ	گناہ بخشنے والا

نمبر	اسم	معنی	نمبر	اسم	معنی
۳۶	اَلشَّکُوْرُ	قدردان	۳۷	اَلْعَلِیُّ	سب سے برتر
۳۸	اَلْکَبِیْرُ	سب سے بڑا	۳۹	اَلْحَفِیْظُ	حفاظت کرنے والا
۴۰	اَلْمُقِیْتُ	قوت والا	۴۱	اَلْحَسِیْبُ	حساب لینے والا
۴۲	اَلْجَلِیْلُ	بزرگی والا	۴۳	اَلْکَرِیْمُ	کرم کرنے والا
۴۴	اَلرَّقِیْبُ	نگہبان	۴۵	اَلْمُجِیْبُ	دعا قبول کرنے والا
۴۶	اَلْوَاسِعُ	گنجائش والا	۴۷	اَلْحَکِیْمُ	حکمت والا
۴۸	اَلْوَدُوْدُ	محبت والا	۴۹	اَلْمَجِیْدُ	بزرگی والا
۵۰	اَلْبَاعِثُ	مردوں کو زندہ کرنے والا	۵۱	اَلشَّهِیْدُ	حاضر
۵۲	اَلْحَقُّ	سچا	۵۳	اَلْوَکِیْلُ	کارساز
۵۴	اَلْقَوِیُّ	زورآور	۵۵	اَلْمَتِیْنُ	مضبوط
۵۶	اَلْوَلِیُّ	مدد کرنے والا	۵۷	اَلْحَمِیْدُ	تعریف والا
۵۸	اَلْمُحْصِیْ	احاطہ کرنے والا	۵۹	اَلْمُبْدِئُ	ابتداء پیدا کرنے والا
۶۰	اَلْمُعِیْدُ	دوبارہ پیدا کرنے والا	۶۱	اَلْمُحْیِیْ	زندہ کرنے والا
۶۲	اَلْمُمِیْتُ	موت دینے والا	۶۳	اَلْحَیُّ	زندہ
۶۴	اَلْقَیُّوْمُ	قائم رہنے والا	۶۵	اَلْوَاجِدُ	تونگری والا
۶۶	اَلْمَاجِدُ	بزرگی والا	۶۷	اَلْوَاحِدُ	یکتا صفات والا
۶۸	اَلْاَحَدُ	یگانہ ذات والا	۶۹	اَلصَّمَدُ	سب کا مقصود (بے نیاز)

نمبر	اسم	معنی
۷۰	اَلْقَادِرُ	قدرت والا
۷۱	اَلْمُقْتَدِرُ	قدرت کا ظاہر کرنے والا
۷۲	اَلْمُقَدِّمُ	بڑھانے والا
۷۳	اَلْمُؤَخِّرُ	ہٹانے والا
۷۴	اَلْاَوَّلُ	سب سے پہلا
۷۵	اَلْاٰخِرُ	سب سے پچھلا
۷۶	اَلظَّاهِرُ	کھلا ہوا اپنی صفات سے
۷۷	اَلْبَاطِنُ	چھپا ہوا اپنی ذات سے
۷۸	اَلْوَلِیُّ	مالک
۷۹	اَلْمُتَعَالِی	بہت برتر
۸۰	اَلْبَرُّ	محسن
۸۱	اَلتَّوَّابُ	رحمت سے متوجہ ہونے والا
۸۲	اَلْمُنْتَقِمُ	بدلہ لینے والا
۸۳	اَلْعَفُوُّ	بہت معاف کرنے والا
۸۴	اَلرَّؤُفُ	بڑا مہربان جس کی رحمت کی غایت اور انتہا نہیں
۸۵	مَالِکُ الْمُلْکِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامُ	(جہاں کا مالک جلال و اکرام والا)
۸۶	اَلْمُقْسِطُ	انصاف کرنے والا
۸۷	اَلْجَامِعُ	اکٹھا کرنے والا
۸۸	اَلْغَنِیُّ	خود غنی
۸۹	اَلْمُغْنِیُّ	دوسروں کو غنی کرنے والا
۹۰	اَلْمَانِعُ	نہ دینے والا کسی مصلحت سے
۹۱	اَلضَّارُّ	ضرر پہنچانے والا
۹۲	اَلنَّافِعُ	نفع دینے والا
۹۳	اَلنُّوْرُ	نور والا
۹۴	اَلْهَادِیُ	ہدایت کرنے والا
۹۵	اَلْبَدِیْعُ	ایجاد کرنے والا یا بے مثل
۹۶	اَلْبَاقِیُ	سب سے پیچھے رہنے والا
۹۷	اَلْوَارِثُ	سب کا وارث
۹۸	اَلرَّشِیْدُ	مصلحت بتلانے والا
۹۹	اَلصَّبُوْرُ	تحمل والا

(۱) عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ان لله تعالی تسعة وتسعین اسماء مأة غیر واحدة من احصاها دخل الجنة ۔ (اخرجه الترمذی فی ابواب الدعوات ج ۲ ص ۱۸۸ مطبع ایچ ایم سعید)

سبق نمبر ۳

شرک کی حقیقت اور اس کی مذمت

شرک کے لغوی معنی ہیں شریک ٹھہرانا اور اصطلاحی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات، یا صفات میں مخلوق میں سے کسی کو شریک ٹھہرانا، ذات میں شریک ٹھہرانا جیسے عیسائی تین خدا مانتے ہیں اور ہندو بہت سے خدا مانتے ہیں۔

صفات میں شریک ٹھہرانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق میں ماننا، مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ قادر ہے، مخلوق میں سے کوئی نبی، ولی یا بزرگ بھی اسی طرح قادر ہے، جیسے خدا تعالیٰ بارش برساتا ہے، روزی پہنچاتا ہے، مشکلات دفع کرتا ہے، اولاد عطاء کرتا ہے، روح نکالتا ہے، کسی کو نفع پہنچاتا ہے، کسی کو نقصان پہنچاتا ہے، بغیر اسباب کے دور اور نزدیک سے سنتا ہے، ہر حال میں ظاہر اور پوشیدہ چیز کو جانتا ہے، عبادت کا مستحق ہے، اور اس کو سجدہ کیا جاتا ہے، اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی نبی یا ولی ان اوصاف کا مالک ہے اور وہ بارش برساتا ہے، روزی رسان ہے وغیرہ وغیرہ، اس کا نام شرک ہے اور اس طرح کے عقیدہ رکھنے والے انسان کو "مشرک" کہا جاتا ہے اور ان صفات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کرنے کا نام توحید ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والا انسان "مُوَحِّد" کہلاتا ہے۔

❀❀❀

شرک کے جُرم کی نوعیت اور اس کا انجام

شرک کتنا بڑا جرم اور اس کی کیا سزا ہے' اس کا اندازہ قرآن کریم اور فرامینِ رسولﷺ سے بخوبی ہوسکتا ہے اس سے متعلق چند آیات واحادیث پیش خدمت ہیں۔

❶ حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو شرک سے بچنے کی جو نصیحت کی، قرآن کریم اس کو یوں ذکر کرتا ہے:

یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. [لقمان:۱۳]

ترجمہ: میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقین جانو شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

❷ قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنا اٹل قانون اور ضابطہ بیان فرماتے ہیں کہ مُشرک کی بخشش کسی بھی صورت میں نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ موت سے پہلے شرک سے توبہ نہ کرے۔ اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں وہ اس کی مشیت پر موقوف ہیں، چاہے تو بخش دے چاہے تو مناسب سزا دے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا. [النساء:۴۸]

ترجمہ: بیشک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس سے کمتر ہر بات کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے، اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ ایسا بہتان

باندھتا ہے جو بڑا زبردست گناہ ہے۔

۳ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ. [المآئدہ: ۷۲]

ترجمہ: یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ نے اس کے لئے جنت حرام کر دی ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور جو لوگ یہ ظلم کرتے ہیں، ان کو کسی قسم کے یار و مددگار میسر نہیں آئیں گے۔

اور شرک اتنی بری چیز ہے کہ اگر بالفرض والمحال انبیاء کرام سے بھی صادر ہو جاتا تو ان کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے، چنانچہ ایک جگہ خداوند قدوس، قرآن کریم میں بہت سارے انبیاء کرام کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

۴ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. [انعام: ۸۸]

ترجمہ: اور اگر وہ شرک کرنے لگتے تو ان کے سارے (نیک) اعمال اکارت (ضائع) ہو جاتے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شرک ایسا ناقابلِ معافی جرم ہے کہ اس جرم کے مرتکب کی سزا دوزخ ہے اور وہ بھی دائمی اور شرک کے ہوتے ہوئے انسان اگرچہ عابد، زاھد، حاجی اور نیکوکار ہو لیکن اس کی تمام نیکیاں شرک کی نحوست سے ضائع ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ مشرکینِ مکہ مسجد حرام کی تعمیر، حاجیوں کو پانی پلانے، حج و عمرہ کرنے، روزہ رکھنے، نماز پڑھنے اور قربانی جیسی اہم نیکیاں کرنے کے باوجود قہرِ الٰہی

سے نہ بچ سکے (اعاذنا اللہ وایاکم من الشرک) اس کے علاوہ شرک کی برائی اور مذمت پر سینکڑوں دلائل ہیں جس کے لئے یہ چھوٹی سی کتاب ناکافی ہے۔

شرک کی قسمیں

اصل میں شرک کی دو قسمیں ہیں ① شرک عظیم ② شرک صغیر شرک عظیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ماننا، شرک صغیر یہ ہے کہ کوئی نیک عمل کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو خوش کرنے کی کوشش کرنا، اس کو ریاء کہتے ہیں، پھر شرک کی کل سات قسمیں ہیں، ہر ایک کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

① **شرک فی العلم** اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو عالم الغیب، حاضر و ناظر سمجھنا، حالانکہ یہ دونوں صفات خاص ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اس کی قدرے تفصیل مُدلّل انداز میں آگے جا کر پڑھیں گے۔

② **شرک فی التَّصرُّف** یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بغیر اسباب کے نفع و نقصان کا مالک سمجھنا اور عالم کے نظام میں کسی کی دخل اندازی ثابت کرنا مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں بزرگ اور ولی مصیبت ٹال سکتا ہے یا ناراض ہو کر کسی مصیبت میں مبتلا کر سکتا ہے وغیرہ۔

③ **شرک فی الذات** یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو خدا سمجھنا یا اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرنا جیسا کہ یہودیوں کا حضرت عُزیر علیہ السلام کو اور

نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ماننا۔

۴ **شرک فی الصفات** یعنی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ مخصوصہ کو مخلوق میں ثابت کرنا، مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق میں فلاں ہستی عزت، ذلت، مارنے، جلانے اور اولاد دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ وغیرہ

۵ **شرک فی العبادت** اس کی تعریف سے پہلے ایک فائدہ سمجھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے۔

فائدہ عبادت کے معنی ہیں کسی کو اس طرح معبود سمجھ کر پکارنا، یا اس کی تعظیم کرنا، یا تعریف کرنا، کہ اس معبود کو اسبابِ عادیہ سے بالاتر تسلط اور قدرت غیبی حاصل ہے، جس کے ذریعہ وہ نفع اور نقصان رسانی کی قدرت رکھتا ہے۔ پس ہر پکار اور تعریف و تعظیم جو اس عقیدے سے ہوتی ہو وہ عبادت ہے۔ [ھکذاقال ابن القیمؒ]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عبادت کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

> ”عبادت یہ ہے کہ اس (معبود) کا سجدہ یا طواف کرے، یا اس کی خوشنودی کے لئے اس کے نام کا ورد کرے، اس کے نام کا جانور ذبح کرے، یا اپنے کو اس کا بندہ کہے اور جاہل مسلمانوں میں سے جو شخص اہلِ قبور کے ساتھ یہ چیز عمل میں لائے گا وہ فی الفور مسلمانی سے خارج ہو کر کافر ہو جائے گا۔“

[فتویٰ عزیزی: ج ۱، ص ۳۳]

عبادت کی قسمیں

عبادت کی تین قسمیں ہیں ❶ عبادتِ قولی ❷ عبادتِ فعلی جسمانی ❸ عبادتِ مالی۔

عبادتِ قولی مثلاً، ندا، پکار، تعریف کرنا، کسی کے نام کا ورد کرنا وغیرہ۔

عبادتِ فعلی جسمانی قیام، رکوع، سجود، طواف، اعتکاف، حج وغیرہ۔

عبادتِ مالی مثلاً زکوۃ، خیرات، نذر، تحریمات وغیرہ۔

عبادت کی یہ تینوں قسمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، جیسا کہ نماز میں بندہ اس کا اقرار اس طرح کرتا ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ.

ترجمہ: تمام قولی عبادتیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

شرک فی العبادت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اللہ کے سوا نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اسکی تعریف اور تعظیم کرنا یعنی عبادت قولی بجالانا یا اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے رکوع، سجدہ کرنا یا بیت اللہ کی طرح کسی قبر یا کسی عَلَم (جھنڈے) کا طواف کرنا یا کسی قبر والے کے مزار کے قریب بطور اعتکاف بیٹھنا یعنی عبادت فعلی میں مخلوق کو شریک ٹھہرانا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بجائے کسی کے نام پر صدقہ وخیرات کرنا اور اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس صدقہ وخیرات کی وجہ سے وہ ہستی آنے والی آفت کو

ٹال دے گی یا اگر فلاں کے نام کا صدقہ نہ دیتے تو وہ ضرور کوئی نہ کوئی تکلیف پہنچا دیتا وغیرہ، یعنی عبادتِ مالی میں کسی کو خدا کا شریک سمجھنا۔

آج کل کے دور میں شرک کی یہ تینوں قسمیں عام طور پر جُہَّال میں پائی جاتی ہیں، مثلاً تعظیم کے نام پر قبور کو سجدہ کیا جاتا ہے، ان کا طواف کیا جاتا ہے، اہلِ قبور کو مصیبت و حاجات میں پکارا جاتا ہے، مسجد کے اعتکاف سے زیادہ مجاوروں کے حجروں میں اعتکاف کیا جاتا ہے، قبر کی مٹی کو بیت اللہ کی خاک سے زیادہ متبرک سمجھا جاتا ہے، حد یہ ہے کہ اس مٹی کو بعض مرتبہ کھایا جاتا ہے اور اس طرح نذر بھی مانی جاتی ہے کہ اگر میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا یا تجارت میں نفع اور ملازمت میں ترقی ہوئی تو فلاں پیر کے نام پر بکرا ذبح کروں گا، حالانکہ نذر ماننا عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے۔

ایک جاہلانہ رسم

بعض جاہل عوام میں نذر کا یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کے سر کے بال پیدائش کے بعد نہیں مونڈتے بلکہ بڑے ہونے کے بعد اس کو کسی اللہ والے کے مزار پر ایک ہجوم اور بارات کے ساتھ لے جا کر اس کا سر مونڈتے ہیں اور دیگیں اتارتے ہیں۔ اس میں غیر اللہ کی نذر کے ساتھ کئی ناجائز امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جس کی حدیث شریف میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ایسی نذر سے متعلق علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں: واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم

فھو بالاجماع باطل وحرام ۔ (ردالمختار ۲/ ۴۳۹ کتاب الصوم)

اسی طرح زکوٰۃ (جو کہ استطاعت کے وقت واجب ہوتی ہے) کو چھوڑ کر کسی پیر فقیر کے نام پر دیگیں پکائی جاتی ہیں، قربانی کے جانور جیسا کوئی خاص قسم کا بکرا لے جا کر عموماً کسی قبر پر ذبح کیا جاتا ہے اور یہ امید کی جاتی ہے کہ ہمارے اس عملِ قربانی کی وجہ سے صاحبِ قبر خوش ہوگا اور بگڑی بنادے گا وغیرہ وغیر۔

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام شرکیہ اعمال سے اپنے فضل وکرم سے بچائے۔ آمین)

۶ شرک فی الطاعۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی کو حلت وحرمت کا مالک سمجھ کر اس کی پیروی کرنا جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب مانا یعنی ان کو حلت وحرمت کا مالک سمجھا، گویا ان کی عبادت کی جیسا کہ ایک روایت میں ہے، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہود اور نصاریٰ تو اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کے متعلق فرمایا کہ:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ. [التوبہ: ۳۱]

ترجمہ: انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے اَحبار (یعنی یہودی علماء) اور راہبوں (یعنی عیسائی درویشوں) کو خدا بنالیا ہے۔

اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بَلٰی اِنَّھُمْ اَحَلُّوْا لَھُمُ الْحَرَامَ وَحَرَّمُوْا عَلَیْھِمُ الْحَلَالَ فَاتَّبَعُوْھُمْ فَذٰلِکَ عِبَادَتُھُمْ اِیَّاھُمْ. [ابن کثیر: ج ۱ ص ۳۷۷]

ترجمہ: کیوں نہیں، بلاشبہ ان علماء ودرویشوں نے ان کے لئے حرام کو حلال کیا اور حلال کو حرام کیا، پھر وہ ان کے پیچھے چل پڑے پس یہی ان کی عبادت ہے۔

۷ **شرک فی العادت** یعنی شریعت کے بتائے ہوئے طریقے اور عادت کے خلاف کوئی عادت اپنانا، مثلاً کسی کام کے آغاز کے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنے کی بجائے کوئی اور کلمہ کہنا جیسا کہ بعض جاہل ایسے موقعہ پر ''یا مرشد تجھ پر بھروسہ ہے'' کا نعرہ لگا کر اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں یا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' کی بجائے ''یا علی مدد'' کہنا یا کسی مشکل کام کے نتیجہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنے کی بجائے ''جانے یا علی'' ''یا غوث اعظم دستگیر'' وغیرہ جیسے شرکیہ نعرے لگانا، اسی طرح کسی پیر فقیر یا مرشد کے نام کی قسم کھانا مثلاً ''نبی کی قسم'' پیر کی قسم، مرشد کی قسم، یا ماں کی قسم وغیرہ۔ حالانکہ قسم کے متعلق تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد موجود ہے۔

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ [مشکوٰۃ: ص ۲۹۶]

ترجمہ: جس نے اللہ کے سوا کسی کے نام کی قسم کھائی، پس تحقیق اس نے شرک کیا۔

سبق نمبر ۴

فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب

فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے نور سے ان کو پیدا کیا ہے، وہ کسی کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں، وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

جن کی صفات یہ ہیں

۱ وہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، اور نہ سوتے ہیں۔

۲ وہ نہ مرد ہیں، نہ عورت ہیں، اور نہ خنثیٰ ہیں۔

۳ جس شکل میں ظاہر ہونا چاہیں ہو سکتے ہیں۔

۴ تمام گناہوں اور تمام صفاتِ بشریہ مثلاً حسد، بغض، غضب، کینہ، تکبر، حرص، اور ظلم سے پاک ہیں۔

۵ زمین اور آسمان کے سارے انتظامات مثلاً ہوا چلانا، بارش برسانا، انسانوں کی آفات سے حفاظت کرنا، اور انسانوں کے اعمال کو لکھنا وغیرہ ان کے سپرد ہیں۔

۶ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

ان کی شان قرآن کریم میں یوں بیان کی گئی ہے:

۱ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ. [التحریم: ٦]

ترجمہ: وہ اللہ کے کسی حکم میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جس کا اُنہیں حکم دیا جاتا ہے۔

۲ لَایَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَلَایَسۡتَحۡسِرُوۡنَ، یُسَبِّحُوۡنَ الَّیۡلَ وَالنَّھَارَ لَایَفۡتُرُوۡنَ. [الانبیاء: ۱۹/ ۲۰]

ترجمہ: وہ نہ اس کی عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور سست نہیں پڑتے۔

۳ بَلۡ عِبَادٌمُّکۡرَمُوۡنَ، لَایَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَھُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ. [الانبیاء: ۲۶/ ۲۷]

ترجمہ: بلکہ (فرشتے تو اللہ کے) بندے ہیں جنہیں عزت بخشی گئی ہے، وہ اُس سے آگے بڑھ کر کوئی بات نہیں کرتے، اور وہ اُسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

بعض مقرب اور مشہور فرشتے یہ ہیں

۱ حضرت جبرئیل علیہ السلام جن کو روح الامین، اور روح القدس بھی کہا جاتا ہے، یہ تمام فرشتوں سے زیادہ مقرب ہیں، احکامِ خداوندی اور کتابیں، نبیوں اور رسولوں پر لاتے رہے ہیں، بعض مرتبہ انبیاء علیہم السلام کی مدد کرنے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے بھی فرشتوں کی جماعت کے ساتھ ان کو بھیجا گیا ہے۔ (جیسا کہ جنگِ بدر جو کہ اسلام اور کُفر کی سب سے پہلی جنگ ہے میں اور جنگِ حنین وغیرہ میں) اور بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندوں پر ان کے ذریعہ عذاب بھیجا گیا۔

② حضرت میکائیل علیہ السلام، جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو دن رات کی روزی پہنچانے اور بارش وغیرہ کے انتظامات پر مامور ہیں، ان کی ماتحتی میں بے شمار فرشتے کام کرتے ہیں اور تمام کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔

③ حضرت اسرافیل علیہ السلام، جو قیامت کے دن صور (بگل) پھونکیں گے۔

④ حضرت عزرائیل علیہ السلام، یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کی روحیں قبض کرنے پر مامور ہیں، ان کی ماتحتی میں بے شمار فرشتے ہیں۔ بعض ان میں نیک بندوں کی جان نکالنے اور بعض بدکار بندوں کی جان نکالنے پر متعین ہیں۔

ان چار مشہور و مقرب فرشتوں کے علاوہ بعض فرشتے یہ ہیں

① **کراماً کاتبین** یہ وہ فرشتے ہیں جو ہر ایک بندے کے دونوں کندھوں پر موجود ہیں، بندے کی نیکیاں اور برائیاں لکھنے پر مامور ہیں۔

② **حفظہ** انسان کی آفات اور بلاؤں سے باِذن اللہ تعالیٰ، حفاظت پر مامور ہیں۔ ''کراماً کاتبین'' اور ''حفظہ'' کی تعداد بعض کتب میں بیس ذکر کی گئی ہے، دس دن کو ہوتے ہیں جبکہ دس رات کو۔(۱)

③ **مُنکَر نکِیر** انسان کے مرجانے کے بعد، اس سے اس کے رب، اس کے نبی، اور اس کے دین کے متعلق سوال کرنے پر مامور ہیں۔

---

(۱)......ان کے مشاغل کی تفصیل کیلئے دیکھیے۔[الفتاوی الحدیثیة: ص۴۹]

④ **رضوان** جنت کے انتظامات اور جنتیوں کی خدمت پر متعین فرشتوں کی جماعت کے سربراہ اور داروغۂ جنت کا نام ہے۔

⑤ **مَالِکْ** دوزخ کے انتظامات سنبھالنے والی جماعت کے سربراہ اور جہنم کے داروغے کا نام ہے۔

⑥ **ھاروت و ماروت** دو فرشتوں کے نام ہیں جن کا ذکر قرآن میں آتا ہے۔

ان کے منکر کا حکم

ان تمام فرشتوں میں سے کسی ایک کا انکار، ان سے دشمنی وعداوت اور ان کی توہین، کفر، موجبِ زوالِ ایمان اور موجبِ وبال ہے۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

(۱) **وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا.** [النساء: ۱۳۶]

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یومِ آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دُور جا پڑا ہے۔

سبق نمبر ۵

کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب

کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام وہ کتابیں جو مختلف اوقات میں انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل کی گئیں یا وہ چھوٹی کتابیں جنہیں صُحُف (۱) کہا جاتا ہے، جو بعض انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوئے، برحق ہیں اور ان پر عمل اپنے اپنے زمانہ میں واجب تھا، قرآن کریم کے نزول کے بعد تمام کتابیں منسوخ ہوگئیں۔

ان آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تعداد کا یقینی علم اللہ تعالیٰ کو ہے، البتہ ان میں سے چار مشہور کتابیں اور صحیفے جن پیغمبروں پر نازل ہوئے وہ یہ ہیں:

(۱) **تورات** حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۲) **زبور** حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۳) **انجیل** حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اور

(۴) **قرآن مجید** حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

ان چار مشہور کتابوں کے علاوہ کچھ صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر، کچھ حضرت شیث علیہ السلام پر، کچھ حضرت ادریس علیہ السلام پر، کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ ان تمام کتب پر ایمان لانا مؤمن کی صفت اور شان بتائی گئی ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

---

(۱) صحف جمع ہے صَحِیفَۃٌ کی۔

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ
وَبِالۡاٰخِرَۃِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ [البقرۃ : ۴]

ترجمہ: اور جو اُس (وحی) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اُتاری گئی اور اُس پر بھی جو آپ سے پہلے اُتاری گئی، اور آخرت پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں۔

قرآن کریم کی فضیلت باقی کتب پر

"قرآن کریم" نبی آخر الزمان ﷺ پر نازل ہوا جس کے پانچ نام ہیں القرآن، الفرقان، الکتاب، التنزیل، التذکرۃ. ان ناموں کے علاوہ قرآن کریم کے صفاتی نام ہیں جیسے برھان، نور مبین، شفاء، ذکر، رحمت اور ھدایت وغیرہ، اس کے چند فضائل یہ ہیں۔

1 جتنی آسمانی کتب پہلے انبیاء کرام پر نازل ہوئی ہیں، یہ ان کی تصدیق کرنے والی ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَاَنۡزَلَ
التَّوۡرٰۃَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ، مِنۡ قَبۡلُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ

[آل عمران : ۳،۴]

ترجمہ: اس نے تم پر وہ کتاب نازل کی ہے جو حق پر مشتمل ہے، جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس نے تورات اور انجیل اتاریں، جو اس سے پہلے لوگوں کے لئے مجسم ہدایت بن کر آئی تھیں، اور اسی نے حق و باطل کو پرکھنے کا معیار نازل کیا۔

۲ قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے جو تحریف و ترمیم سے پاک ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی، جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے، بخلاف تورات اور انجیل وغیرہ کے کہ ان کو نازل تو خدا ہی نے کیا لیکن ان کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تورات وانجیل میں اس قدر تحریف ہوگئی کہ یہ پتہ لگانا مشکل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام کونسا ہے اور انسانوں کا کونسا، چنانچہ قرآن کی حفاظت کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر: ۹]

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

۲ وَاِنَّهٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ، لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ. [حٰم السجدة: ۴۱، ۴۲]

ترجمہ: حالانکہ وہ بڑی عزت والی کتاب ہے، جس تک باطل کی کوئی رسائی نہیں ہے، نہ اُس کے آگے سے، نہ اُس کے پیچھے سے۔ یہ اُس ذات کی طرف سے اُتاری جارہی ہے جو حکمت کا مالک ہے، تمام تعریفیں اُسی کی طرف لوٹتی ہیں۔

تورات کی تحریف سے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے

۱ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ [النساء: ۴۶]

ترجمہ: یہودیوں میں سے کچھ وہ ہیں جو (تورات) کے الفاظ کو ان کے موقع محل سے ہٹا ڈالتے ہیں۔

۲ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. [البقرة: ۷۵]

ترجمہ: حالانکہ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اللہ کا کلام سنتے تھے، پھر اس کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد بھی جانتے بوجھتے اس میں تحریف کر ڈالتے تھے۔

۳ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ. [البقرة: ۷۹]

ترجمہ: جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

انجیل کی تحریف کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ. [المآئدة: ۱۴]

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کہا تھا کہ ہم نصرانی ہیں، ان سے (بھی) ہم نے

عہد لیا تھا، پھر جس چیز کی ان کو نصیحت کی گئی تھی، اس کا ایک بڑا حصہ وہ (بھی) بھلا بیٹھے۔ چنانچہ ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض پیدا کر دیا۔ اور اللہ انہیں عنقریب بتادے گا کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے (یہ) پیغمبر آگئے ہیں جو کتاب (یعنی تورات اور انجیل) کی بہت سی باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو تم چھپایا کرتے ہو، اور بہت سی باتوں سے درگزر کر جاتے ہیں۔

۳ **تیسری فضیلت** یہ ہے کہ قرآن تمام کتابوں کے لئے ناسخ ہے، سابقہ سب کُتب منسوخ ہیں یعنی قرآن کے نازل ہونے کے بعد وہ تمام کتابیں قابل عمل نہیں رہیں، جن پر اپنے اپنے وقت میں پہلے عمل کیا جاتا رہا۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **قال النبی ﷺ لوکان موسٰی حیًّا ماوسعه الااتباعی۔** [مشکوۃ ۱/۳۰]

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی زندہ ہوتے تو ان پر بھی میری اتباع لازم ہوتی۔

۴ قرآن کریم ایسی معجز کتاب کا نام ہے کہ قیامت تک آنے والے تمام فصحاء و بلغاء اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ یہ نبی علیہ السلام کا دائمی معجزہ ہے جس کا مقابلہ کرنے سے پوری دنیا قاصر ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ

تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ . [البقرة: ۲۴]

ترجمہ: اور اگر تم اس (قرآن) کے بارے میں ذرا بھی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر اتارا ہے، تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالاؤ، اگر سچے ہو تو اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلالو۔ پھر بھی اگر تم یہ کام نہ کرسکو، اور یقیناً کبھی نہیں کرسکو گے، تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(۲) قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ کَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا.

[بنیٓ اسرآءیل: ۸۸]

ترجمہ: کہہ دو کہ: "اگر تمام انسان اور جنات اس کام پر اکٹھے بھی ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آئیں، تب بھی وہ اس جیسا نہیں لاسکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کرلیں"۔

۵ قرآن کریم ایسی کتاب کا نام ہے جس کا یاد کرنا آسان اور ہر زمانے میں اس پر عمل کرنا سہل ہے اور اس کے احکام نہ بہت سخت ہیں اور نہ بہت نرم بلکہ نہایت معتدل اور مناسب ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ [القمر: ۱۷]

ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنادیا ہے۔ اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟

یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی یہ واحد کتاب ہے جس کے حافظ بچے بھی ہیں، جوان بھی ہیں، مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں اور فقیر و مال دار بھی۔ اور قرآن کریم پر عمل کرنے والے لوگوں کی جماعت ہر زمانے میں اتنی رہی ہے کہ جن کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ واقعی قرآن کریم ہر زمانے میں قابلِ عمل ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی خصوصیات ہیں جو قرآن کریم میں غور کرنے سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

قرآن کریم اور آسمانی کتابوں کے منکرین کا حکم

اگر کوئی شخص قرآن کریم کے کسی حکم یا اسکے کسی لفظ کا انکار کرے وہ کافر ہے، اگر چہ وہ کلمہ طیبہ کیوں نہ پڑھتا ہو۔ اسی طرح جو شخص تورات، انجیل اور زبور کو اللہ تعالیٰ کی کتابیں نہ مانے اور ان کو اپنے اپنے وقت میں قابل عمل نہ سمجھے تو وہ بھی کافر ہے لیکن موجودہ زمانے میں تحریف شدہ تورات وانجیل وزبور کو خدائی آسمانی کتابیں سمجھنا غلط اور کفر ہے۔(۱)

❀❀❀

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلام ان اھل الکتاب بدلوا کتاب اللہ وغیروا و کتبوا بایدیھما الکتاب وقالوا ھو من عند اللہ. [بخاری: ج ۲ ص ۱۰۹۳]

سبق نمبر ۶

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ یقین کر کے مان لیں کہ انبیاء و رسل انسانوں میں سے افضل ترین جماعت کا نام ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات اپنے بندوں تک پہنچانے کے لئے منتخب کیا ہے جن کی صفات یہ ہیں۔

۱ وہ صادق (سچے) ہوتے ہیں، جھوٹے نہیں۔

۲ نیکوکار اور صالح ہوتے ہیں، بدکار اور فاسق نہیں۔

۳ وہ مرد ہیں، عورتیں نہیں۔

۴ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے نبوت و رسالت ملنے سے پہلے اور بعد میں پاک ہوتے ہیں، یعنی وہ معصوم ہوتے ہیں۔

۵ احکامِ شریعت پہنچانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے۔

۶ ماننے والوں کے لئے (بشیر) خوشخبری سنانیوالے (جنت کی) اور نہ ماننے والوں کیلئے (نذیر) ڈر سنانے والے ہوتے ہیں (جہنم کا)۔

۷ وہ مخلوق میں سب سے زیادہ عقلمند ہوتے ہیں۔

۸ ظاہری عیوب، برص، لنگڑاپن، بہراپن وغیرہ اور باطنی عیوب حسد، بغض، تکبر، ریاء، اور عجب وغیرہ سے پاک ہوتے ہیں۔

۹ وہ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، سوتے ہیں، ان کو غم، خوشی، تندرستی، بیماری،

طاقت، کمزری، زندگی، موت جیسے عوارض لاحق ہوتے ہیں۔

۱۰ نبوت رسالت کا منصب ملنے کے بعد ان سے چھینا نہیں جاتا۔

۱۱ بسا اوقات باذن اللہ اپنی نبوت اور رسالت کی تصدیق کے لئے خلافِ عادت معجزات دکھاتے ہیں۔

رسول اور نبی میں فرق

رسول وہ پیغمبر ہے جس پر کوئی کتاب یا صحیفہ نازل ہوا ہو اور نئی شریعت دی گئی ہو۔

نبی ہر اس پیغمبر کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہو، اسے نئی شریعت یا کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ وہ پہلی شریعت کے تابع ہو۔

انبیاء و رسل کی تعداد

بعض روایات کے مطابق نبیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے جبکہ ''رُسُل'' تین سو تیرہ یا کم وبیش ہیں۔سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔انبیاء و رسل تمام انسانوں سے تو افضل ہیں ہی جبکہ بعض انبیاء و رسل کا مقام بعض سے اونچا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ [الاسراء: ۵۵]

پس پانچ رسول جو ''اولوالعزم من الرسل'' کہلاتے ہیں، سب سے

افضل ہیں اور وہ یہ ہیں: حضرت محمد کریم ﷺ

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام.... اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

تنبیہ ① تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اصولی مسائل (عقائد) میں اتفاق ہے، جبکہ فروعی احکام یعنی ان کی عملی شریعتیں مختلف ہوتی رہی ہیں۔

② نبی سے کبھی کبھار اجتہادی طور پر بشر ہونے کے ناطے خطا ہوسکتی ہے جو کہ نبوت اور عصمت کے خلاف نہیں ہے۔

③ ہر نبی ورسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ کو احسن طریقے سے پورا کرتا رہا ہے، اس میں اس سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے ہیں، اگرچہ ان پر ایمان لانے والا صرف ایک شخص کیوں نہ ہو۔ پس انبیاء ورسل کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے تھے یا اپنی مفوضہ (سونپی ہوئی) ذمہ داری کو پورا نہیں کیا تھا، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

سبق نمبر ۷

تمام انبیاء و رسل علیہم السلام بشر (انسان) ہی تھے!

دلیل ❶ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی. [یوسف:۱۰۹]

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجے وہ سب مختلف بستیوں میں بسنے والے انسان ہی تھے، جن پر ہم وحی بھیجتے تھے۔

دلیل ❷ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل:۴۳]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے بھی کسی اور کو نہیں، انسانوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ (اے منکرو!) اب اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو۔

دلیل ❸ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [الانبیاء:۷]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے کسی اور کو نہیں، آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ لہذا (کافروں سے کہو کہ) اگر تمہیں خود علم نہیں ہے تو نصیحت کا علم رکھنے والوں سے پوچھ لو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و رسل ''رجال'' مرد ہوتے ہیں نہ کہ

عورت۔ اور مخلوقات میں سے افضل ترین مخلوق انسانوں میں سے ہوتے ہیں، انبیاء اور رسل کے لئے بیوی بچے بھی ہوتے ہیں، فرشتوں کی طرح نہیں کہ ان سے نا آشنا ہوں، وہ انسان ہی تھے اور انسانوں کی طرح کھاتے، پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

انبیاء خاندان والے اور بیوی بچوں والے تھے

درج ذیل دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء ورسل انسان ہونے کے ناطے صاحبِ خاندان ہوتے ہیں۔ وہ شادیاں بھی کرتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔

دلیل ❶ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ، ذُرِّيَّةً م بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.

[آل عمران: ۳۴]

ترجمہ: اللہ نے آدم، نوح، اور ابراہیم کے خاندان، اور عمران کے خاندان کو چن کر تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی۔

دلیل ❷ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ

[الرعد: ۳۸]

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں، اور انہیں بیوی بچے بھی عطا فرمائے ہیں، اور کسی رسول کو یہ اختیار نہیں تھا کہ

وہ کوئی ایک آیت بھی اللہ کے حکم کے بغیر لا سکے۔ ہر زمانے کے لئے الگ کتاب دی گئی ہے۔

دلیل ۳ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ [الفرقان:۲۰]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے، وہ سب ایسے تھے کہ کھانا بھی کھاتے تھے، اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

دلیل ۴ وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ [الانبیاء:۸]

ترجمہ: اور ہم نے ان (رسولوں) کو ایسے جسم بنا کر پیدا نہیں کر دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ ایسے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں۔

تبصرہ ان تمام آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ انبیاء کرام بھی بیوی بچوں والے تھے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ سابقہ امتوں نے اپنے اپنے ابنیاء اور رسل کی تکذیب اس بناپر بھی کی تھی کہ ان کے پاس نبی (بشر انسان) کیوں آئے فرشتے یا کوئی اور مخلوق کیوں نہیں آئی چنانچہ نوح علیہ السلام سے ان کی قوم یوں مخاطب ہوتی ہے۔

۱ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا [ھود:۲۷]

ترجمہ: اس پر ان کی قوم کے لوگ جنہوں نے کفر اختیار کر لیا تھا، کہنے لگے

کہ: ”ہمیں تو اس سے زیادہ (تم میں) کوئی بات نظر نہیں آرہی کہ تم ہم جیسے ہی ایک انسان ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کو اس لئے رسول نہیں تسلیم کر رہی کہ وہ انسان کیوں ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۲ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَۃً مَّا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ اِنْ ھُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِہٖ جِنَّۃٌ فَتَرَبَّصُوْا بِہٖ حَتّٰی حِیْنٍ [المؤمنون: ۲۴]

ترجمہ: اس پر ان کی قوم کے کافر سرداروں نے (ایک دوسرے سے) کہا: اس شخص کی اس کے سوا کوئی حقیقت نہیں کہ یہ تم ہی جیسا ایک انسان ہے، جو تم پر اپنی برتری جمانا چاہتا ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے نازل کر دیتا۔ یہ بات تو ہم نے اپنے اگلے باپ دادوں میں کبھی نہیں سنی۔ (رہا یہ شخص تو) یہ اور کچھ نہیں، ایک ایسا آدمی ہے جسے جنون لاحق ہو گیا ہے، اس لئے کچھ وقت تک اس کا انتظار کر کے دیکھ لو (کہ شاید اپنے حواس میں آجائے)۔

۳ مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یَاْکُلُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ مِنْہُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۔ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَکُمْ اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۔

[المؤمنون: ۳۳، ۳۴]

ترجمہ: اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ تم ہی جیسا ایک انسان ہے۔ جو چیز تم کھاتے ہو، یہ بھی کھاتا ہے، اور جو کچھ تم پیتے ہو، یہ بھی پیتا ہے۔ اور اگر کہیں تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی فرماں برداری قبول کر لی تو تم بڑے ہی گھاٹے کا سودا کرو گے۔

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام کو نہ ماننے کی وجوہات قوم نے جو پیش کیں ان میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ایک انسان ہیں اور یہ وجہ صرف نوح علیہ السلام کی قوم نے نہیں، بلکہ اکثر انبیاء کی امتوں نے اسی کو بنیاد بنا کر انکار کیا، لیکن رسولوں نے بھی بشر ہونے سے انکار نہیں کیا بلکہ کھلے لفظوں میں اقرار کیا کہ ہم انسان ہی ہیں۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

۴ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ [ابراھیم: ۱۱]

ترجمہ: ان سے ان کے پیغمبروں نے کہا: "ہم واقعی تمہارے ہی جیسے انسان ہیں، لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے خصوصی احسان فرما دیتا ہے۔ اور یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہیں کوئی معجزہ لا دکھائیں، اور مؤمنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

❀❀❀

سبق نمبر ۸

بشریت رسول اکرم ﷺ کا ثبوت قرآن وحدیث سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی "سَیِّدُ الْبَشَرِ" اور انسان تھے جس کی تائید قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہوتی ہے۔

دلیل ❶ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

[الکهف: ١١٠]

ترجمہ: کہہ دو کہ: "میں تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں، (البتہ) مجھ پر یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا معبود بس ایک اللہ ہی ہے۔

دلیل ❷ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [الاسرىٰ: ٩٣]

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: "میں تو ایک بشر ہوں جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

دلیل ❸ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

[حٰمٓ السجدة: ٦]

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: "میں تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں (البتہ) مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک اللہ ہی ہے۔

دلیل ❹ حضرت عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت نماز پڑھائی۔ صحابہ کرامؓ کے متوجہ کرنے پر آپ ﷺ نے

سجدہ سہو کیا اور پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي. [(متفق علیه) (مشکوۃ المصابیح باب السهو)]

ترجمہ: میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں۔ میں بھی بھول جاتا ہوں جیسا کہ تم بھول جاتے ہو، پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو۔

دلیل ۵ حضرت رافعؓ بن خدیج سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ پہلی مرتبہ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور اہلِ مدینہ کھجوروں میں تابیر (نر کھجور کے خوشوں کا سفوف نما پاؤڈر، مادہ کھجوروں کے خوشوں میں ڈالنے کا عمل) کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا، پس انہوں نے تابیر ترک کردی تو (اس سال) کھجوروں پر پھل کم آیا، لوگوں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ أَمْرِ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ رَأْيِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ. (۱) [مشکوۃ ۱/۲۸]

ترجمہ: میں تو ایک انسان ہی ہوں۔ جب میں تمہیں دینی امور میں کسی بات کا حکم دوں تو اسکو قبول کرو اور جب (خاص دنیوی معاملہ میں) اپنی عام انسانی رائے سے کوئی امر کروں تو سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک انسان ہوں۔

---

(۱) اس حدیث سے جہاں نبی علیہ السلام کی بشریت کا اثبات ہوتا ہے، وہیں آپ ﷺ سے علم غیب کی بھی صراحۃً نفی ہوتی ہے۔ سبحانہ ما اعظم شانہ

دلیل ۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں میں نے رسول ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ یَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ [بخاری ۱/ ۵۸]

ترجمہ: الٰہی سوائے اس کے نہیں کہ محمد ﷺ ایک بشر ہے وہ غصے میں بھی آتا ہے، جیسے دوسرے انسان غصے میں آتے ہیں۔

دلیل ۷ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے غزوۂ خندق میں بھوک کی شدت کی شکایت کی اور اپنا پیٹ کھول کر دکھایا کہ ان پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا ہے، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو دو پتھر بندھے ہوئے تھے، جیسا کہ روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں:

فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِہٖ عَنْ حَجَرَیْنِ.

[بخاری وترمذی]

بھوک لگنا اور اس کی شدت سے پتھر باندھنا انسان کا خاصہ ہے نہ کہ نوری مخلوق کا۔ فرشتے جو نوری مخلوق ہیں، وہ بھوک اور پیاس کا کوئی ادراک نہیں رکھتے۔

دلیل ۸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.

ترجمہ: قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار میں ہوں گا۔ [بخاری ومسلم]

دلیل ۹ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلَّم يَخْصِفُ نَعْلَهُ وَيَخِيطُ ثَوْبَهُ وَيَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ بَشَرٌ مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهُ وَيَحْلِبُ شَاتَهُ وَيَخْدِمُ نَفْسَهُ ۔ [ترمذی]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا خود گانٹھ لیا کرتے تھے، اپنا کپڑا خود سی لیا کرتے تھے اور جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے، اسی طرح آپ بھی اپنے گھر میں کام کاج کیا کرتے تھے۔ فرمایا آپ انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ آپ اپنے کپڑوں میں سے جوئیں بھی دیکھ لیتے تھے اور اپنی بکری بھی دوہ لیا کرتے تھے اور اپنے ذاتی کام بھی خود کرلیا کرتے تھے۔

وضاحت آنحضرت ﷺ طہارت ونظافت (صفائی) کا خاص اہتمام فرماتے تھے، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے کپڑوں یا جسم میں جوؤں کے ہونے کا کوئی اندیشہ نہ تھا لیکن مختلف قسم کے لوگوں سے ملاقات کی وجہ سے جوئیں منتقل ہوکر آپ کے کپڑوں میں آجاتی تھیں تو آپ ان کو بذاتِ خود صاف کرتے۔

دلیل ۱۰ الا ایها الناس انما انا بشرٌ یُوْشِکُ اَنْ یَّأتِیَنِیْ رسولُ ربی عزوجل فَأُجِیبُ ۔ [مسند احمد ۴/۳۶۷]

ترجمہ: ر(سول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرمایا) خبردار! اے لوگو! یقیناً میں تو ایک بشر (انسان) ہوں۔ قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد (ملک الموت) آجائے اور میں اس کے حکم کی تعمیل کروں۔ بلک عشرۃ کاملۃ

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ نہ صرف انسان بلکہ اعلیٰ درجہ کے کامل انسان تھے، نوری مخلوق میں سے نہیں تھے۔

سوال بعض لوگ (اہل بدعت) کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نور ہیں، بشر نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے: قَدْجَاءَ كُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ. [مائدہ: ۱۵، ۱۶]

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی آئی ہے، اور ایک ایسی کتاب جو حق کو واضح کر دینے والی ہے، جس کے ذریعے اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی خوشنودی کے طالب ہیں۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نور ہیں اور آپ کو بشر کہنا آپ کی توہین ہے۔ (العیاذ باللہ)

جواب ① مذکورہ بالا آیت میں "نُوْرٌ" اور "كِتَابٌ" دونوں سے مراد قرآن پاک ہے، جیسا کہ آیت کے اگلے حصے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

کیونکہ آگے ارشاد ہے "يَهْدِىْ بِهٖ" (ہدایت دیتا ہے اس کے ساتھ) ادنیٰ سا عربی دان جانتا ہے کہ یہاں اگر "نور" سے آپ کی ذاتِ گرامی اور کتاب سے قرآن کریم مراد ہوتا تو ضمیر تثنیہ کے ساتھ "يهدى بِهِمَا" فرمایا جاتا نہ کہ "يهدى به" نیز قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر قرآن کی صفت نور بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا. [النساء، ۴]

ترجمہ: اور نازل کی ہم نے تمہاری طرف روشنی واضح۔

(۲) وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.
[الاعراف: ۹]

ترجمہ: اور انہوں نے اس نور کی پیروی کی جو اس (آپ ﷺ) پر نازل کیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

(۳) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا. [التغابن: ۱]

ترجمہ: پس ایمان لاؤ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔

جواب ۲ اور بالفرض اگر یہاں "نور" سے آپ ﷺ کی ذات عالی مراد ہو تو اس سے آپ کی صفت مراد ہے نہ کہ آپ کی ذات کیونکہ آپ ذات کے لحاظ سے تو بشر ہیں اور صفت وہدایت کے اعتبار سے نور ہیں۔ آپ ہی کی بدولت دنیائے ظلمت کو روشنی نصیب ہوئی، کفر وشرک کے اندھیرے چھٹ گئے اور ھوائے نفس اور اغوائے شیطانی کی وجہ سے تاریکی میں ڈوبے ہوئے معاشرہ کو ھدایت ملی اور ان پر توحید کی راہیں کھلیں۔

رہا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کو بشر کہنا آپ کی توہین ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جو آپ ﷺ کی ذات عالی سے بخوبی واقف ہیں، آپ کی شریعت کے ناقل اور آپ کی ہر ادا کے محافظ ہیں، وہ تو آپ ﷺ کو بشر مانتے ہیں، اور بشر سمجھ کر رشتہ داریاں کرتے ہیں، بشر سمجھ کر ضیافتیں کرتے ہیں اور بشر سمجھ کر آپ کے دکھ

وردد میں شریک ہوتے ہیں تو کیا یہ سب بے ادبی اور آپ ﷺ کی توہین ہے۔ (۱) (العیاذ باللہ) اگر آپ کو بشر کہنا آپ کی توہین ہے تو صحابہ کرامؓ اس کا کیسے ارتکاب کرتے اور اتنی بڑی گستاخی کیسے کرتے۔ خود ہی فیصلہ فرمائیں۔

من نگویم کہ این مکن وآن کن
مصلحت بین وکارِ آسان کن

وَلِنعم ما قیل

فمبلغ العلم فیہ اَنّہُ بشر وَاَنّہُ خیرُ خَلقِ اللّٰہ کُلِّھِم

منکرینِ بشریتِ رسول ﷺ فقہاء کی نظر میں

اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کو "بشر" نہ مانے یا آپ کی بشریت سے لاعلمی کا اظہار کرے تو ایسے انسان کے بارہ میں فقہاء امت کیا فرماتے ہیں؟

نبی کریم ﷺ کی بشریت کے متعلق علامہ محمود آلوسی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۷۰ھ اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی میں نقل فرماتے ہیں کہ شیخ ولی الدین العراقی سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے بشر ہونے کا اور عرب سے ہونے کا علم صحت ایمان کے لئے شرط ہے یا فرض کفایہ؟ "فَاَجَابَ بِاَنَّہٗ شَرْطٌ فِیْ صِحَّۃِ الْاِیْمَانِ" آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا یہ صحتِ ایمان کے لئے شرط ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں محمد ﷺ کی "رِسَالَۃَ اِلٰی جَمِیْعِ الْخَلْقِ" پر ایمان رکھتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ حضور ﷺ جنس بشر

(۱) حضرت ابن عباسؓ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا: ان رسول اللہ ﷺ قدمات وانہ بشر۔ (دارمی، ۳۳۰)
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "کان بشراً من البشر۔ (شمائل ترمذی، ص ۲۳)

سے ہیں یا فرشتوں سے یا جنوں سے، یا کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ عرب سے ہیں یا عجم سے تو فرمایا "فَلَاشَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ" پس اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے "لِتَکْذِیْبِہِ الْقُرْاٰنَ" بوجہ اس کے کہ اس نے قرآن کو جھٹلایا ہے اور اس نے اس عقیدہ کا انکار کیا جس پر قرونِ اسلام خلفاً عن سلفٍ قائم رہے اور جو خاص و عام سب مسلمانوں کو بہر حال معلوم ہے۔ اور مجھے علم نہیں کہ اس میں کسی کو اختلاف ہو۔ اگر کوئی غبی ہو اور یہ حقیقت نہ جانتا ہو تو اسے اس کی تعلیم واجب ہے۔ پھر اگر وہ اس کے بعد انکار کرے تو "حکمنا بکفرہٖ" تو اس پر کُفر کا حکم لگادیں گے۔

[روح المعانی:۱۱۳/الجزء الرابع تفسیر آیت لقدمن الله علی المؤمنین]

(۱) ومن قال لادری ان النبی ﷺ کان انسانا او جنیا یکفر.

[الفتاوی الهندیة ۲/۲۹۱]

ترجمہ: یعنی جو شخص یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ انسان تھے یا جن تو وہ شخص کافر ہے۔ (عالمگیری)

سبق نمبر...... ۹

عالم الغیب ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے

علم الغیب کی تعریف علم کے معنی ہیں ''دانستن''یعنی جاننا اور غیب کا معنیٰ اہل لغت یوں کرتے ہیں ''كُلُّ مَاغَابَ عَنِ الْعُيُوْنِ وَكَانَ مُحَصَّلًا فِي الْقُلُوْبِ فَهُوَ غَيْبٌ'' غیب ہر وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو، اگرچہ دلوں میں حاصل ہو۔ اور قاموس میں ہے ''اَلْغَيْبُ كُلُّ مَاغَابَ عَنْكَ''

یعنی غیب ہر وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو۔ [القاموس: ج ۱: ۱۱۲]

(شرعاً غیب کی دو قسمیں ہیں)

۱ ایک وہ ہے کہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور آیت قرآنی ''عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ'' سے یہی مراد ہے۔

۲ دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم کی گئی ہو جیسے صانع (باری تعالیٰ) اور اس کی صفات اور یوم آخرت اور اس کے احوال۔

[ھکذا قال البیضاوی فی تفسیرہ: ج ۱/ ۱۸]

علم الغیب خاصہ خداوندی ہے۔ ان کے سواء مخلوق میں سے کوئی نہیں جانتا۔ چونکہ وہ ہر چیز کے خالق اور مالک ہیں، ان کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اس لئے ان کا نام ''عالم، علیم، اَعلم، علّام الغیوب، عالم الغیب والشھادۃ اور علیمٌ بذات الصّدور'' ہے۔ انبیاء کرام اگرچہ افضل ترین مخلوق ہیں، اس

کے باوجود بھی ان کو علم الغیب نہیں دیا گیا، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کے فرمان سے بھی واضح ہوتا ہے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

١ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ　[الانعام: ۵۹]

ترجمہ: اوراسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

٢ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ　[ھود: ۱۲۳]

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جتنے پوشیدہ بھید ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، اور اسی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جائیں گے۔

٣ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.　[الکھف: ۲۶]

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اُسی کے علم میں ہیں۔

٤ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ.　[النحل: ۷۷]

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اللہ ہی کے قبضے میں ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ نہیں ہوگا۔

تبصرہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ علم الغیب خاص ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہاں تک کہ انبیاء کرام کو بھی نہیں دیا جاتا۔ چہ جائیکہ کسی ولی یا درویش وغیرہ کو علم غیب حاصل ہو۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب نہیں تھے!

حضرت آدم علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے

دلیل ❶ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے اور مسجود ملائکہ بنانے کے بعد ان کو حکم ہوا کہ ایک معیّن درخت کے قریب نہ جائیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلْنَا يَاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. [البقرة:۳۵]

ترجمہ: اور ہم نے کہا: ”آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، اور اس میں سے جہاں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس بھی مت جانا، ورنہ تم ظالموں میں شمار ہوگے“۔

لیکن آدم علیہ السلام اور حوا سلام اللہ علیہا سے شیطان نے قسمیں کھا کر وہ کام کرایا جس کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے کی تھی۔ اگر آدم علیہ السلام اور حوا، سلام اللہ علیہا کو ہر بات معلوم ہوتی اور عالم الغیب ہوتے کہ اس کے کھانے سے ایسے حالات پیش آسکتے ہیں تو کبھی بھی شیطان کی چال کامیاب نہ ہوتی۔ اور وہ کبھی ایسا کام نہ کرتے۔

حضرت نوح علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے

دلیل ❷ حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمان قوم پر جب طوفان کی

صورت میں عذاب آیا، تو نوح علیہ السلام نے پہلے اپنے بیٹے (کنعان) کو اپنے ساتھ کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دی، لیکن اس نے یہ دعوت رد کر دی، تو نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو عذاب سے بچانے کے لئے، رب تعالیٰ کو پکارنا شروع کیا، جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے بجائے دعا کے قبول ہونے کے سخت عتاب ہوا کہ: ''فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ'' لہٰذا مجھ سے ایسی چیز نہ مانگو جس کی تمہیں خبر نہیں، اسکی تفصیل قرآن کریم نے کچھ یوں بیان کی ہے:

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ، قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ، قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ.

[هود: ۴۷]

ترجمہ: اور نوح نے کہا کہ ''اے میرے پروردگار! میرا بیٹا میرے گھر ہی کا ایک فرد ہے، اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے، اور تو سارے حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے!'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقین جانو وہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ تو تباہ کار ہے (یعنی خاتمہ تک کافر رہنے والا)۔ لہٰذا مجھ سے ایسی چیز نہ مانگو جس کی تمہیں خبر نہیں۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں شامل نہ ہو۔"

نوح نے کہا: "میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آئندہ آپ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اور اگر آپ نے میری مغفرت نہ فرمائی، اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا جو برباد ہو گئے ہیں۔"

مقامِ غور ہے کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کو یہ علم ہوتا کہ میرا بیٹا ہلاک ہونے والوں میں شامل ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بچائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ میرے اس مطالبے اور سوال پر ناراض ہوگا، تو حضرت نوح علیہ السلام کبھی بھی اس سوال کی جرأت نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ علم نہیں تھا کہ سوال کر بیٹھے جس پر عتاب ہوا اور بعد میں اپنی لاعلمی کا اظہار نبی محترم اپنے ان صاف الفاظ میں یوں نہ کرتے:

"رَبِّ اِنِّیٓ اَعُوۡذُبِکَ اَنۡ اَسۡئَلَکَ مَالَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ".

حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے

دلیل ۲ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بصورتِ انسانی فرشتے آئے۔ انہوں نے مہمان اور انسان سمجھ کر ان کے لئے گائے کا بچھڑا ذبح کیا اور بھون تل کر ان کے سامنے لا کر رکھا، لیکن وہ فرشتے تھے کیسے کھاتے؟ ابراہیم علیہ السلام دل میں خوفزدہ ہوئے اور خوفزدہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اُس زمانہ میں کوئی دشمن اپنے دشمن کے گھر کا کھانا نہیں کھاتا تھا اور یہی علامت ہوتی اس کی دشمنی کی، بالفاظ دیگر کوئی دشمن

بھی اپنے دشمن کا نمک کھا کر اس کو تکلیف پہنچانے میں عار محسوس کرتا۔ پس ابراہیم علیہ السلام بھی بشری تقاضے اور متعارف طریقے کی وجہ سے خوفزدہ ہوئے مبادا کہ یہ دشمن ہوں اور اس خوف کے آثار آپ کے چہرۂ اطہر پر نمودار ہونے لگے تو فرشتوں نے اپنا فرشتہ ہونا ظاہر کیا اور ”قوم لوط علیہ السلام“ کے ہلاک کرنے کی خبر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی، جیسا کہ سورۃ ھود کی آیت ۶۹ تا ۷۴ میں مفصل ذکر ہے۔ اب اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب تھے تو فرشتوں کے لئے اتنی عمدہ ضیافت کا اہتمام کیوں کیا حالانکہ وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور پھر ان کے نہ کھانے پر خوفزدہ کیوں ہوئے؟

یہ تین دلائل بطور نمونہ ذکر کیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں جن کے عالم الغیب نہ ہونے کا ثبوت قرآن کریم فراہم کرتا ہے جیسا کہ لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا آنا اور حضرت لوط علیہ السلام کا ان کو انسان سمجھ کر پریشان ہونا، یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے ایک قریبی کنویں میں پڑے ہونے کا علم نہ ہونا اور ان کے لئے ایک طویل مدت تک غمگین رہنا وغیرہ وغیرہ۔

❀❀❀

تفصیل کے لئے دیکھیے ”ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب“

[تالیف امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ]

سبق نمبر ۱۰

نبی اکرم ﷺ بھی عالم الغیب نہیں تھے

نبی آخرالزمان سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو ساری مخلوقات سے باوجود اُمّی ہونے کے زیادہ علم دیا گیا تھا لیکن علم الغیب جو خاصۂ خداوندی ہے، وہ آپ ﷺ کو بھی نہیں دیا گیا، چنانچہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

دلیل ❶ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَافِى الْاَرْحَامِ وَمَاتَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَاتَكْسِبُ غَدًا وَمَاتَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ. [لقمٰن: ۳۴]

ترجمہ: یقیناً (قیامت کی) گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے، اور کسی متنفس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا، اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ کونسی زمین میں اُسے موت آئے گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مکمل علم رکھنے والا، ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔

مذکورہ آیت میں پانچ چیزوں کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار چیزیں ایسی ہیں جن کا علم خدائے وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کسی کو نہیں۔ باقی آیت میں پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس کے متعلق مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے ان پانچ چیزوں کے

متعلق سوال کیا گیا تھا جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

چنانچہ اس کے شانِ نزول کے متعلق مُلّا جیون الحنفیؒ [تفسیر احمدی ص ۳۹۶] میں فرماتے ہیں: نقل کیا گیا ہے کہ حارث بن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے بتائیے کہ قیامت کب آئے گی؟ اور میں نے کھیتی بو کر اس میں بیج ڈالا ہے بتائیے بارش کب ہوگی؟ اور میری بیوی حاملہ ہے، بتائیں کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ گزشتہ کل کیا کچھ ہوا، آپ مجھے یہ بتائیے کہ آنے والے کل میں کیا کچھ ہوگا؟ اور مجھے علم ہے کہ میں کس زمین میں پیدا ہوا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں دفن کہاں ہوں گا؟ اس کے جواب میں آیت مذکورہ نازل ہوئی کہ یہ پانچ چیزیں اللہ تعالیٰ کے خزانۂ غیب میں ہیں۔ ان پر نہ کوئی بشر اور فرشتہ مطلع ہوسکتا ہے اور نہ کوئی جن۔ [ازالۃ الریب]

دلیل ۲ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا [الاحزاب: ۶۳]

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اُس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور تمہیں کیا پتہ شاید قیامت قریب ہی آ گئی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کا علم آنحضرت ﷺ کو اس طرح حاصل نہیں تھا کہ آپ ﷺ بتا دیتے کہ قیامت فلاں سال فلاں ماہ میں آئے گی یا یہ بتا دیتے کہ اتنے سالوں کے بعد آئے گی، لیکن فرمایا کہ ”عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ“ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ہاں اتنا بتا دیا ہے کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی اور اس سے قبل

فلاں، فلاں علامات ظاہر ہوں گی، لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ جمعہ کب ہوگا، کس سن میں ہوگا، اگر معلوم ہوتا تو ضرور بتادیتے۔

دلیل ۳ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ.

[الاعراف: ۱۸۸]

ترجمہ: اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اچھی اچھی چیزیں خوب جمع کرتا، اور مجھے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ پہنچتی۔ میں تو بس ایک ہوشیار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں، ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں۔

یعنی اگر میں غیب جانتا ہوتا تو جنگوں میں فتح، تجارت میں نفع اور خوشحالی حاصل کرلیتا اور کبھی مجھے ضرر، فقر، بھوک، قحط اور تجارت میں خسارہ کی تکلیف نہ پہنچتی۔

دلیل ۴ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ. [التوبہ: ۱۰۱]

ترجمہ: اور مدینے کے باشندوں میں بھی۔ یہ لوگ منافقت میں (اتنے) ماہر ہوگئے (کہ) تم انہیں نہیں جانتے، انہیں ہم جانتے ہیں۔

دلیل ۵ آنحضرت ﷺ نے جب ۹ھ کو قیصر روم کے مقابلہ کے لئے "تبوک" کے مقام پر جانے کا ارادہ فرمایا اور اس کے لئے اعلان فرمایا تو منافقین نے گرمی کی شدت، فصل کی کٹائی کے موسم، طوالت سفر اور غنیمت کے نہ ملنے جیسی

مشکلات کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ کے سامنے مختلف حیلے، بہانے، مجبوریاں اور عذر پیش کر کے اجازت چاہی تو آنحضرت ﷺ نے ان کو اس میں سچا تصور کر کے اجازت مرحمت فرمادی، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَکَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِيْنَ. [التوبة: ۴۳]

ترجمہ: (اے پیغمبر!) اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے، (مگر) تم نے ان کو (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت اس سے پہلے ہی کیوں دے دی کہ تم پر یہ بات کھل جاتی کہ کون ہیں جنہوں نے سچ بولا ہے، اور تم جھوٹوں کو بھی اچھی طرح جان لیتے۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو علم غیب نہیں تھا کہ ان کو اجازت دیدی۔ اگر اجازت نہ دیتے تو منافقین کی قلعی کھل جاتی اور وہ سچوں سے جدا ہو جاتے۔

یہ چند آیات پیش کی گئیں جن سے ثابت ہوا کہ نبی اکرام ﷺ بھی باقی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی طرح عالم الغیب نہیں تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی آیات ایسی ہیں جو کہ آپ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرتی ہیں۔ طوالت کے خوف سے وہ سب یہاں ذکر نہیں کی جاسکتیں۔ اب آگے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوگا آنحضرت ﷺ عالم الغیب نہیں تھے۔

حدیث ۱ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

.النَّبِی ﷺ یَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِشَهْرٍ تَسْأَلُوْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ وَاِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَاللّٰهِ . [مسلم: ج۲/۳۱۰، مسند احمد: ج۳/۳۲۶]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ نے وفات سے صرف ایک مہینہ پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے پوچھتے ہو قیامت کے بارہ میں حالانکہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ (اور کسی کو نہیں۔)

حدیث ۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ لَاَنْقَلِبُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلٰی فِرَاشِیْ فَارْفَعُهَا ثُمَّ اَخْشٰی اَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً فَاُلْقِیْهَا. (الحدیث)

[بخاری ج: ۱/۲۲۸/ کنز العمال ج: ۳/۲۸۵]

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنابِ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (کبھی) ایسا ہوتا ہے گھر جاتا ہوں اور اپنے بستر پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں اور اسکو کھانے کے ارادہ سے اٹھالیتا ہوں۔ پھر میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید یہ زکوۃ کی ہو تو میں اسکو رکھ دیتا ہوں (اور نہیں کھاتا)۔

وضاحت اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو کیوں اس میں شک کا اظہار فرماتے کہ یہ کھجور صدقہ کی ہے یا گھر کی ہے۔

اسی طرح کی ایک دوسری حدیث بھی ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو مستدرک حاکم [ص:۱۳۰/ج:۴] میں نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک رات بڑی بے چینی اور بے قراری سے بسر کی، آپ ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ اے اللہ کے رسول! آپ کو کیوں بیقراری میں نیند نہیں آرہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک افتادہ (پڑی ہوئی) کھجور پائی اور میں اس کو کھا گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو زکوٰۃ کی کھجوریں بھی تھیں، سو مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کھجور زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے تھی یا ہمارے گھر کی کھجوروں میں سے تھی، سو اس وجہ سے میں بے چین ہوں۔

تبصرہ اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ اگر آپ ﷺ "علم ما کان وما یکون" رکھتے ہوتے تو اتنا پریشان نہ ہوتے۔

حدیث ۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ غزوۂ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں؟...... ہم (فرشتوں) نے تو ابھی تک نہیں اتارے، ادھر ان کی طرف چلئے آپ نے فرمایا کدھر!...... انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس طرف، چنانچہ آپ ﷺ (لشکر کے ساتھ) ادھر تشریف لے گئے۔

حدیث ۳ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کو ایک جنگ کے موقع پر جوتے پہن کر نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک دوران

نماز ہی جوتے اتار کر رکھدیئے، تو صحابہؓ نے بھی آپ کی پیروی میں اپنے جوتے اتار دیئے تو نماز کے اختتام پر آپ نے فرمایا کہ تمہیں جوتے اتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ عرض کیا گیا کہ حضور! آپ کی اتباع میں ہم نے ایسا کیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ میرے جوتوں میں نجاست لگی ہوئی ہے۔ [مشکوۃ ص ۷۳]

سوچنے کا مقام ہے کہ: بالفرض اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو نجاست لگے ہوئے جوتوں کے ساتھ نماز کیسے پڑھاتے؟ اور پھر حضرت جبرئیل کو اس غرض سے آنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟

تبصرہ اگر آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوتا کہ خندق کی مہم سے فراغت کے بعد بنوقریظہ کی طرف جانا ہے تو آپ نہ ہتھیار اتارتے اور نہ اس انداز سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قول "اُخرُجْ اِلَیهِمْ" پر فَالِیٰ اَیْنَ سے سوال کرتے۔

اختصار کے پیش نظر قرآن کریم کی چند آیات اور چند احادیث رسول کریم ﷺ سے ثابت کیا گیا کہ عالم الغیب ذات صرف اللہ کی ہے اور کوئی نہیں۔

❁❁❁

تفصیلی بحث کے لئے راس الاتقیاء قدوۃ العلماء شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نَوَّرَ اللّٰہ مَرْقَدَہٗ کی کتاب "ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب" کا مطالعہ فرمائیں۔

سبق نمبر ۱۱

تکملہ مسئلہ علم غیب

سوال بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو ذاتی علم تو نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم غیب عطا کیا گیا تھا۔ یعنی ان کو علم غیب ''عطائی'' حاصل ہے ذاتی نہیں لہٰذا اس طرح عقیدہ رکھنے سے شرک نہ ہوگا کیونکہ خاصہ خداوندی علم غیب ذاتی ہے، نہ کہ عطائی۔

جواب ۱ علماء اہلِ حق ایسے لوگوں سے پہلے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے کوئی صفت، مثلاً صفت خالقیت، عطاءً المخلوق کیلئے کوئی شخص ثابت کرے اور یوں کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ اور خالق کائنات تسلیم کرتا ہوں، مگر رسول اللہ ﷺ کو عطائی طور پر الٰہ اور خالقِ کائنات تسلیم کرتا ہوں، تو کیا وہ مسلمان رہے گا؟ یقیناً وہ بعض کہیں گے کہ ایسا شخص کافر ہے۔

اگر نبی کریم ﷺ کو عطائی طور پر خالق نہیں کہا جاسکتا ہے؟ تو عطاءً ان کو عالم الغیب کیسے کہا جائے گا؟

جواب ۲ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر علم غیب عطائی کی بھی نفی کی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ گرامی ہے:

دلیل ۱ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ. [سورۃ یٰسٓ: ۶۹]

ترجمہ: اور ہم نے (اپنے) ان (پیغمبر) کو نہ شاعری سکھائی ہے، اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔ یہ تو بس ایک نصیحت کی بات ہے، اور ایسا قرآن جو حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

دیکھیے واضح طور پر کلام الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو شعر کی تعلیم نہیں عطاء کی گئی تھی۔

باقی بعض مواقع پر جو آپ ﷺ نے مُقَفّٰی کلام ارشاد فرمایا ہے وہ رجز ہے شعر نہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے غزوہ حنین میں فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبُ ☆ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

یا آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ : وَفِیْ سَبِیْلِ اللهِ مَا لَقِیْتِ

دلیل ❷ وَرُسُلًا قَدْقَصَصْنٰهُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْکَ. [النساء: ۱۶۴]

ترجمہ: اور ہم نے ایسے رسول بھیجے، جن کا حال ہم نے اس سے پہلے آپ پر بیان کیا ہے اور ایسے رسول بھی، جن کا حال ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا۔

اس آیت سے بھی واضح ہوا کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام اور رسل کے حالات کا علم آنحضرت ﷺ کو عطاء ہی نہیں ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے عطاء نہیں کیا تو آپ ﷺ کو کیسے ان کا علم حاصل ہوا؟

''علم غیب عطائی'' سے متعلق علم کلام والوں کا عقیدہ

فَعَلَینَا الْا یمَانُ بأَ نَّ اللّٰہَ اَرْسَلَھُمْ وَاَرْسَلَ رُسُلاً سوا ھُمْ وانبیاء لایعلم اسمائھم وعددھم الااللہ الذی ارسلھم. [شرح عقیدۃ الطحاویہ:۲٤٠]

ترجمہ: ہم پر لازم ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے علاوہ دوسرے رسولوں اور نبیوں کو بھیجا ہے جن کے نام اور گنتی وتعداد سوائے اس خدا کے اور کوئی بھی نہیں جانتا جس نے ان کو مبعوث کیا ہے۔

حق کے متلاشی اور سمجھدار کے لئے اتنے دلائل کافی ہیں۔ باقی ہٹ دھرم، ضدی اور سمجھ سے قاصر انسان کے سامنے دلائل کے انبار بھی ہیچ ہیں۔ الحاصل علم غیب ذاتی ہو یا عطائی یہ انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت نہیں ہے البتہ غیب کی وہ چیزیں جو آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطاء کی گئیں اور آپ ﷺ ان کو بتا دیں تو وہ علم غیب نہیں بلکہ انباء غیب یا اخبار غیب کہلاتی ہیں۔ اگر کسی کو علم غیب یا اخبار غیب میں فرق کرنے کا ملکہ نہ ہو تو وہ اپنی قسمت کو روئے۔

محاکمہ جو شخص انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بالخصوص حضور اکرم ﷺ کے لئے علمِ غیب کے اثبات کا دعویٰ کرے، ایسے شخص کے متعلق علماء متقدمین کیا فرماتے ہیں؟

اس سلسلہ میں اہل السنّت والجماعت اور حضرات احناف کی غیر متنازع شخصیت حضرت علی بن سلطان الھروی المعروف بملاّ علی القاری

المتوفی ۱۰۱۴ھ اپنی کتابوں میں سے شہرہ آفاق کتاب شرح فقہ اکبر[ص ۱۸۵] طبع کانپور میں رقم طراز ہیں۔

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ یَعْلَمُوْا الْمُغَیَّبَاتِ مِنَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا مَا اَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ اَحْیَانًا فَصَرَّحَ الْحَنَفِیَّةُ تَصْرِیْحًا بِالتَّکْفِیْرِ بِاعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ یَعْلَمُ الْغَیْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ. [کذافی المسائرہ]

ترجمہ: پھر تو جان لے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام غیب کی چیزوں کا علم نہیں رکھتے تھے مگر جتنا بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان کو علم دے دیتا ہے۔ اور فقہائے احناف نے تصریح کی ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے ہیں تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا معارضہ (مقابلہ) کیا جس میں ہے کہ تو کہہ دے کہ جو ہستیاں آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ غیب نہیں جانتیں بجز پروردگار کے۔ (اسی طرح مسایرہ میں ہے۔)

اس سے سخت ارشاد اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس میں ایسے عقیدہ رکھنے والے شخص کو صراحۃً کافر کہا جا رہا ہو۔

اور امام ابوحنیفہؒ و فقہائے احناف کی اتباع کے دعویدار حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ وہ اس طرح کے بنیادی مسائل میں کن کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں۔

(اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰی تَوْحِیْدِکَ)

❀❀❀

سبق نمبر...... ۱۲

حاضر و ناظر ذات اللہ کی ہے!

حاضر و ناظر کا مطلب

واضح رہے کہ ''حاضر'' اور ''ناظر'' دونوں اسم فاعل کے صیغے ہیں اور ان کے لفظی معنیٰ ہیں ''موجود'' اور ''دیکھنے والا'' پس جب دونوں صفتیں ملا کر استعمال کی جائیں اور کسی ذات کے لئے ثابت کی جائیں، تو اس کا مطلب ہوتا ہے وہ ذات کسی خاص جگہ میں موجود نہیں، بلکہ وہ پوری کائنات میں ہر جگہ موجود ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور یہ صفت اسی کے ساتھ خاص ہے اسی طرح حاضر (ہر جگہ موجود) ناظر (ہر وقت ہر چیز کو دیکھنے والا) بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کی مخلوق میں سے کوئی برگزیدہ ہستی انبیاء کرام و رسل، اولیاء اور شہداء میں سے کوئی بھی اس صفت کا مالک نہیں، جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے یہی کچھ ثابت ہوتا ہے۔

۱ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ. [النساء ۳۳]

بیشک اللہ ہر چیز کا گواہ ہے۔

۲ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ. [آل عمران: ۱۵]

اور تمام بندوں کو اللہ اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

۳ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ بَصِیْرٌ. [الملک: ۱۹]

یقیناً وہ ہر چیز کی خوب دیکھ بھال کرنے والا ہے۔

۴ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ. [الحدید: ۴]

اور وہ تمہارے ساتھ ہے، خواہ جہاں کہیں بھی ہو تم۔

۵ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا. [الاحزاب: ۵۲]

اور اللہ ہر چیز کی پوری نگرانی کرنے والا ہے۔

۶ اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَّهُوَ مَعَكُمْ وَالَّذِیْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ. [بخاری، مسلم]

تم تو اس خدا کو پکارتے ہو جو سننے والا دیکھنے والا ہے اور جو تمہارے ساتھ ہے اور تم سے تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔

۷ وَ اِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِیْهَا فَنَاظِرٌ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ. [الحدیث]

اور اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے اور دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔

۸ حضرت عبداللہ بن معاویہ عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کسی شخص کا اپنے نفس کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا اس بات کا یقین ہو کہ انسان جس جگہ بھی ہو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ [رواہ البزاز فی مسندہ]

نتیجہ ان تمام آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حاضر و ناظر ذات صرف اور صرف اللہ کی ہے اور کوئی نہیں۔

نبی اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام حاضر و ناظر نہیں!

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ: یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کوئی اور اس میں اس کے شریک نہیں، اب اختصار کے ساتھ چند ایسے دلائل ذکر کیے جائیں گے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء و رسل بھی حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

1 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بصورت انسانی چند فرشتے (۱) حاضر ہوئے۔ آپ نے حسبِ معمول مہمان سمجھ کر عمدہ ضیافت کا اہتمام کیا اور گائے کا بچھڑا بھون تل کر خدمت میں پیش کر دیا، جب فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام خوفزدہ ہوئے اور گھبراہٹ کے آثار چہرۂ اطہر پر نمودار ہونے لگے، تو فرشتے بول پڑے کہ ہم فرشتے ہیں انسان نہیں کہ کھانا کھائیں اور ہم اس غرض سے آئے ہیں۔

فرشتوں کے اس انکشاف کے بعد پھر جا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتے ہیں۔ (قدرے تفصیل مسئلہ علم غیب میں گذر چکی ہے۔)

مقام غور ہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ فرشتے ہیں جو میرے رُوبرو اور میرے سامنے آسمان سے اترے ہیں،

---

(۱) ان کی تعداد ۱۰ تھی یا ۹ تھی جن میں دسویں جبرئیل تھے یا بقول بعض وہ تین فرشتے تھے۔

[تفسیر ابو السعود ٤/١٣٩]

اور پھر فلاں راستے سے ہوتے ہوئے میرے یہاں پہنچے ہیں اور وہ کھاتے پیتے نہیں کہ میں ان کے لئے کھانے کا اہتمام کروں تو ان کے لئے اس قدر آپ تکلیف نہ کرتے اور نہ ہی بعد میں فرشتوں کے کھانا نہ کھانے پر ان کو طبعی گھبراہٹ ہوتی جو ان کو فرشتوں کے کھانا نہ کھانے پر لاحق ہوئی۔

❷ لوط علیہ السلام کے پاس چند فرشتے (جبرائیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام) خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے لیکن ان کو لوط علیہ السلام نے انسان ہی سمجھا، بدفطرت قوم کے اوباش نفسانی ہوس کی تکمیل کے لئے باوجود منع کرنے کے ان کی جانب جب برابر بڑھتے رہے اور لوط علیہ السلام کی کوئی بات نہ سنی تو لوط علیہ السلام ان کی حرکات خبیثہ کو دیکھ کر نہایت غمگین ہوئے کہ کہیں میرے ان معزز مہمانوں کی عزت لٹ نہ جائے، اور اس افسردہ حالت میں بے بس ہو کر جو آہ بھرے کلمات کہتے ہیں، وہ قابل غور ہیں کہ اس وقت ان پر کیا کیفیت طاری ہوگی، وہ خدا ہی جانتا ہے چنانچہ قرآن اس کی منظر کشی کچھ یوں فرماتا ہے: قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ۔ [ھود: ۸۰]

ترجمہ: لوط نے کہا: ”کاش کہ میرے پاس ان کے مقابلے کے لئے کوئی طاقت ہوتی، یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا!“۔(۱)

بالآخر پانی جب سر سے گذرنے لگا تو فرشتوں نے لوط علیہ السلام کی تنگی کو بھانپ لیا اور اپنی حقیقت اور حاضر ہونے کی غرض بتادی اور یوں گویا ہوئے:

یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ۔ [ھود: ۸۱]

(۱) اولیاء کرام کو مشکل کشا سمجھنے والوں کے لئے بھی یہ واقعہ سرمۂ بصیرت ہے، بشرطیکہ ”ضد“ کی مہلک بیماری نہ لگی ہو۔

ترجمہ: (اب) فرشتوں نے (لوط سے) کہا: "اے لوط ہم تمہارے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔

طرز استدلال اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ اگر لوط علیہ السلام حاضر وناظر ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ یہ وہی تو فرشتے ہیں جو کہ ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوش خبری سناتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں، اور میری قوم کی تباہی کی خبر بھی ان کو سنا کر آئے ہیں تو اس طرح وہ نہ اتنے غمگین ہوتے اور نہ ہی ایسی کوئی تمنا کرتے جو قوم کے مقابلہ میں عاجز آ کر کی۔

اس واقعہ سے جہاں لوط علیہ السلام کے حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے، وہاں عالم الغیب ہونے کی بھی نفی ہوتی ہے۔

۳ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام جدا کر دیئے گئے۔ یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں نے بڑی بے رحمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک کنویں میں ڈال دیا، پھر وہاں سے نکال کر ان کو بیچ دیا گیا، اگلے خریداروں نے مصر میں جا کر فروخت کر دیا، وہاں بھی غلام بن کر زندگی گذار رہے ہیں، اس کے بعد ان کو عزیز مصر کی اہلیہ کے کہنے پر جیل بھیج دیا گیا، کافی عرصہ تک قیدی بن کر زندگی گذاری۔ قید کی زندگی سے جب نجات ملتی ہے تو طویل عرصہ کے بعد جا کر ان کو حکومت ملتی ہے اور پھر اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور اپنے بھائیوں سے ملاقات ہوتی ہے، اسی درمیانی عرصہ میں جتنے حالات حضرت یوسف

علیہ السلام پر گذر رہے ہیں، ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام قطعی طور پر بے خبر ہیں، بس وہ فراق کے غم میں زندگی کے مشکل ایام گذار رہے ہیں اور غم اتنا اثر انداز ہوتا ہے کہ بینائی بھی متاثر ہو جاتی ہے۔

سوچنے کا مقام یہ ہے کہ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام حاضر وناظر ہوتے تو یقیناً ان کو علم ہو جاتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام میرے سامنے کنویں میں موجود ہیں، ان کو نکال لایا جائے، یا بعد کے تمام حالات ان کو معلوم ہوتے اور اتنے غمزدہ نہ ہوتے۔ کوئی سمجھدار انسان (کہ جس کو یہ معلوم ہو کہ میرا بیٹا فلاں جگہ موجود ہے) فراق میں رو رو کر اپنی صحت کو اتنا متاثر نہیں بناتا چہ جائیکہ ایک نبی۔

ان دلائل کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کے حاضر وناظر نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاجزادے جو کہ نبی نہ سہی مومن تو ضرور ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام حاضر وناظر نہیں، چنانچہ یوسف علیہ السلام کو لے جاتے وقت (جب تک اپنے والد کی نظروں کے سامنے ہیں) بڑی محبت اور پیار کے ساتھ اٹھاتے ہیں، جب نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں تو قتل کے منصوبے بناتے ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا کہ ہمارے والد محترم ہماری تمام حرکات کو دیکھ رہے ہیں تو کبھی اس طرح نہ کرتے بلکہ سوچتے تک نہیں۔

بطور مثال انبیاء کرام کے چند واقعات ذکر کر دیئے ہیں مفصل طریقہ سے یہ بحث اور دلائل آپ قرآن کریم میں جا کر پڑھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ بھی حاضر و ناظر نہیں!

جو صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوتی ہیں وہ مخلوق میں سے کسی کو عطاء نہیں کی جاتیں، خواہ وہ برگزیدہ اور اونچے درجے کے انسان کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح حضور ﷺ تمام کائنات میں سب سے افضل ہیں لیکن حاضر و ناظر وہ بھی نہیں۔

دلیل ① غزوہ بنی المصطلق جو کہ ۵ھ یا ۶ھ کا واقعہ ہے اس غزوہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں اور دوران سفر ان کا ہار گم گیا، تو آنحضرت ﷺ اس کی تلاش میں ٹھہر گئے اور تلاش کر کر کے جب مایوس ہو گئے تو آپ ﷺ نے کوچ کرنے (چلنے) کا اعلان کر دیا، جب وہ اونٹ جس پر حضرت عائشہ سوار تھیں اسکو اٹھایا تو ہار اس کے نیچے پڑا ہوا تھا۔

اب دیکھئے کہ اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو یقیناً معلوم ہو جاتا اور اتنی دیر تلاش نہ کرتے۔

② ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ طیبہ میں دشمن کی آمد کی افواہ مشہور ہو گئی تو آنحضرت ﷺ تحقیق حال کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک تشریف لے گئے اور جب واپس ہوئے تو آپ ﷺ نے اہل مدینہ کو آتا دیکھا اور ان سے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مقام غور یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو تحقیق کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ کر کہیں جانے کی ضرورت پیش نہ آتی، بلکہ اپنی جگہ پر بیٹھے پوری

صورتحال کا مشاہدہ فرمالیتے۔

۳ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی چارپائی کے نیچے کتے کا ایک بچہ گھس گیا۔ آپ ﷺ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہ آئے۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ گھر میں کتے کا چھوٹا سا بچہ ہے تو حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کتا گھر میں کب داخل ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم مجھے علم نہیں۔

اگر آپ علیہ السلام حاضر وناظر ہوتے تو آپ ﷺ کو معلوم ہو جاتا کہ کتا فلاں وقت آیا ہے، پوچھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔

آنحضرت ﷺ کو حاضر وناظر ماننے کا نقصان

بالفرض اگر آقائے نامدار ﷺ کو باطل عقیدے کے مطابق ”حاضر وناظر“ مان لیا جائے تو یہ خرابیاں لازم آئیں گی ۱ معراج کا انکار لازم آئے گا کیونکہ اگر آپ آسمان پر پہلے سے موجود اور حاضر تھے تو مسجد اقصیٰ سے ہوتے ہوئے آسمان پر جانے کے کیا معنیٰ؟

۲ حج وعمرہ کا انکار لازم آئے گا کیونکہ مناسک حج کی ادائیگی میں بعض اوقات کسی خاص جگہ جانا ضروری ہوتا ہے مثلاً وقوفِ عرفات وغیرہ کے لئے، پس اگر آپ ہر جگہ موجود ہوں تو کعبہ میں بھی ہوں گے، حالانکہ اس وقت کعبہ سے جانا ضروری ہے۔

۳ ہجرت کا انکار لازم آئے گا۔ اس لئے کہ اگر پہلے سے آپ مدینہ میں تھے تو ہجرت کے، اور اس پر ملنے والے ثواب کے کیا معنیٰ؟ ۔۔ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔

سبق نمبر ۱۳

مختار کل ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے!

جس طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب حاضر و ناظر ہیں اسی طرح وہ کائنات کی ہر شے میں تصرف کرنے والے اور تمام اختیارات کے مالک ہیں یہی اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تکوینی اور تشریعی طور پر حاکم اور مختار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اس نے مافوق الاسباب اختیارات کسی کو نہیں دیئے، اس کے سواء کوئی نافع وضار نہیں ہے انسانوں اور دوسری مخلوق پر جو بھی تکلیف اور دکھ آتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی رد نہیں کر سکتا، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

۱ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. [الانعام:۱۷]

ترجمہ: اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو خود اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں، اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہی ہے۔

۲ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ. [یونس:۱۰۷]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسے (من گھڑت معبود) کو نہ پکارنا جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے، نہ کوئی نقصان۔ پھر بھی اگر تم (بفرضِ محال) ایسا کر بیٹھے تو

تمہارا شمار بھی ظالموں میں ہوگا" اور اگر تمہیں اللہ کوئی تکلیف پہنچادے تو اس کے سوا کوئی نہیں ہے جو اسے دور کردے، اور وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرلے تو کوئی نہیں ہے جو اس کے فضل کا رخ پھیر دے۔

۳ وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال کنت خلف رسول اللّٰہ علیہ وسلم یوما فقال یاغلام احفظ اللّٰہ یحفظک، احفظ اللّٰہ تجدہ تجاھک واذاسألت فاسأل اللّٰہ، واذااستعنت فاستعن باللّٰہ، واعلم ان الامۃ لواجتمعت علی ان ینفعوک بشی لم ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللّٰہ لک ولواجتمعوا علی ان یضروک بشیٔ لم یضروک الابشیٔ قدکتب اللّٰہ علیک رُفِعَتِ الاقلام وجَفت الصحف.

[رواہ احمد وترمذی (مشکوۃ ص ۴۵۳ باب التوکل)]

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کیساتھ سوار تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے پیارے! اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری محافظت کرے گا جب سوال کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے کرو، اور جب تم (دنیا و آخرت کے کسی معاملہ میں) مدد چاہو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو۔ اور یہ جان لو کہ اگر تمام مخلوق مل کر بھی تمہیں نفع پہنچانا چاہے، تو ہرگز تمہیں نفع نہیں پہنچا سکے گی، علاوہ اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ اور اگر دنیا کے تمام لوگ مل کر بھی تمہیں کسی طرح نقصان وضرر پہنچانا چاہیں تو وہ ہرگز تمہیں کوئی ضرر ونقصان نہیں پہنچا سکیں گے، علاوہ اس کے جس کو اللہ نے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ تقدیر کے قلم

اٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے (تقدیر کے رجسٹر) خشک ہو گئے ہیں۔

ان دو قرآنی آیتوں اور ایک حدیث سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ مشکلات دفع کرنے والا مشکل کشا نفع پہنچانے اور نقصان ہٹانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں۔

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے ﷺ مختارِ کل نہیں!

جیسا کہ ہر مسلمان کو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد مخلوق میں سب سے اونچا درجہ انبیاء کرام کا ہے اور پھر انبیاء کرام میں افضل ترین رتبہ سیدِ کائنات امام الانبیاء سیدنا محمد مصطفٰے ﷺ کا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ امورِ کائنات میں تصرف کرنے کا اختیارِ کلی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے کسی کو حاصل ہے یا نہیں، بالخصوص آنحضرت ﷺ کو، بالفاظ دیگر وہ مختارِ کل ہیں یا نہیں۔ آیئے پوچھتے ہیں قرآن کریم سے کہ وہ کیا کہتا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

❶ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ. [ال عمران: ۱۲۸]

ترجمہ: اے پیغمبر! تمہیں اس فیصلے کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے کیونکہ یہ ظالم لوگ ہیں۔

اصل واقعہ یوں ہے کہ حضرت صفوانؓ بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حضرت حارث بن ہشام (ابو جہل کے بھائی) نے اپنی کفر و شرک کی زندگی میں آنحضرت ﷺ کو بہت ستایا

تھا اس لیے ان پر حضور اقدس ﷺ نے بددعا کی تھی چنانچہ [بخاری ص ۵۸۲ ج ۲] میں یہ الفاظ ہیں کہ اللھم العن فلاناً، وفلاناً وفلاناً ...... الخ اور یہ خدا تعالیٰ کے علم میں مسلمان ہونے والے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی کہ آپ ﷺ کو یہ حق حاصل نہیں کہ ان کے لئے بددعا کریں اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ دیکھا آپ نے اگر آنحضرت ﷺ مختار کل ہوتے تو آپ کو کیوں بددعا سے روکا جاتا؟ اور یہ کیوں فرمایا جاتا کہ آپ ﷺ کو کوئی دخل نہیں ہے۔

❷ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے رؤساء کفار نے یہ کہا کہ اگر آپ ﷺ کی مجلس سے مفلس اور نادار قسم کے لوگ نکل جائیں، تو ہم آپ ﷺ کی تقریر وعظ سن لیں گے۔ تو آپ ﷺ نے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ لوگ توحید سن لیں اور میں اپنے رفقاء کو اس مصلحت کے لئے باہر کھڑا کردوں، تو اس میں کیا مضائقہ (حرج) ہے، اس پر آپ ﷺ کو یہ تنبیہ کی گئی کہ آپ ﷺ ایسا ہرگز نہ کریں۔ دیکھئے قرآن کریم اس کو کس انداز سے بیان کرتا ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. [الانعام : ۵۲]

ترجمہ: اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالنا جو صبح و شام اپنے پروردگار کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پکارتے رہتے ہیں۔ ان کے حساب میں جو

اعمال ہیں، اُن میں سے کسی کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے، اور تمہارے حساب میں جو اعمال ہیں اُن میں سے کسی کی ذمہ داری اُن پر نہیں ہے جس کی وجہ سے تم انہیں نکال باہر کرو، اور ظالموں میں شامل ہو جاؤ۔

دیکھیے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف دل میں خیال کیا ہے اب تک ان سے کچھ کہا نہیں اور عتاب نازل ہوا۔ کیا مختارِ کل بنا کر پھر بھی تنبیہ کی جارہی ہے؟

۳ مشرکینِ عرب آپ کی دعوتِ توحید و رسالت کو انوکھا سمجھ کر مخالفت کرتے ہوئے آپ ﷺ سے عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور ہم آپ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں تو آپ ﷺ ہمارے اوپر آسمان سے پتھر یا کوئی دوسرا عذاب کیوں نہیں اتارتے؟ تو اس کا جواب قرآن کریم میں ایک مقام پر یوں مذکور ہے:

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَکَذَّبْتُمْ بِهٖ مَاعِنْدِیْ مَاتَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یَقُصُّ الْحَقَّ وَھُوَخَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ.

[الانعام: ۵۷، ۵۸]

ترجمہ: کہو کہ: "مجھے اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل مل چکی ہے جس پر میں قائم ہوں، اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے۔ جس چیز کے جلدی آنے کا تم مطالبہ کر رہے ہو وہ میرے پاس موجود نہیں ہے۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں چلتا۔ وہ حق بات بیان کر دیتا ہے، اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔"

کہو کہ: ”جس چیز کی تم جلدی مچا رہے ہو، اگر وہ میرے پاس ہوتی تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔“

④ جنگِ بدر میں قید کیے گئے کافروں کے متعلق تمام صحابہؓ کے مشورہ سے (سواء حضرت عمرؓ کے) آپ نے ان سے فدیہ وصول کر کے ان کو چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا تو تنبیہ کی گئی (دیکھئے سورۃ انفال ع ۹) اگر آپ مختارِ کل ہوتے تو تنبیہ کیوں کی جاتی؟

⑤ غزوہ تبوک کے لئے جب جانے کی تیاری فرمائی تو چند بہانہ باز منافقین نے اپنی معذوری ظاہر کر کے اجازت چاہی اور آپ ﷺ نے ازراہ شفقت ان کو گھروں میں رہنے کی اجازت دے دی، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت آمیز لہجہ میں ارشاد ہوا کہ:

عَفَا اللّٰهُ عَنکَ لِمَ اَذِنتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَکَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعلَمَ الكٰذِبِينَ. [توبہ: ۴۳]

ترجمہ: (اے پیغمبر) اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے، (مگر) تم نے ان کو (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت اس سے پہلے ہی کیوں دے دی کہ تم پر یہ بات کھل جاتی کہ کون ہیں جنہوں نے سچ بولا ہے، اور تم جھوٹوں کو بھی اچھی طرح جان لیتے۔

مختار کل ہوتے تو یہ کیوں کہا جاتا کہ ”لِمَ اَذِنتَ لَهُم“ (آپ ﷺ نے ان کو اجازت کیوں دی)۔

⑥ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی ابن سلول کا جب انتقال ہوا تو آنحضرت ﷺ اس کے جنازے پر تشریف لے جا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کو بہت روکا لیکن آپ ﷺ

تشریف لے گئے اور جنازہ پڑھا ہی دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰیٓ اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ. [توبہ ۸۴]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے جو کوئی مر جائے، تو تم اُس پر نماز (جنازہ) مت پڑھنا، اور نہ اُس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

۷ حضور اکرم ﷺ سے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر چند مسائل پوچھے آپ نے وحی کے بھروسہ پر زبان سے ان شاء اللہ کہے بغیر وعدہ فرمالیا (کہ کل جواب دوں گا) لیکن تین یا پندرہ روز تک وحی نازل نہ ہوئی اور آپ کو بڑا غم ہوا، پھر ارشاد باری تعالیٰ یوں ہوا:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا. اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ [الکھف :۲۳]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) کسی بھی کام کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں کام کل کرلوں گا۔ ہاں (یہ کہو کہ) اللہ چاہے گا تو (کرلوں گا)۔

معلوم ہوا کہ آپ مختار کل نہ تھے کہ ان شاء اللہ کہنے کو کہا جا رہا ہے۔

۸ حضور اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آنحضرت ﷺ نے بڑی شفقت اور محبت سے ابو طالب کے سامنے کلمہ توحید پیش کیا لیکن اس نے ابو جہل اور سردارانِ قریش کی ملامت کے خوف اور ڈر سے کلمہ نہ پڑھا، جس پر آپ ﷺ کو صدمہ ہوا، تو اللہ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا کہ

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ. [القصص :۵۶]

ترجمہ: (اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ تم جس کو خود چاہو، ہدایت تک نہیں

پہنچا سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت تک پہنچا دیتا ہے، اور ہدایت قبول کرنے والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

⑨ ایک موقع پر آپ ﷺ نے بعض ازواجِ مطہرات کی رضا جوئی کے لئے اپنے اوپر شہد حرام کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ. [التحريم : ۱]

ترجمہ: اے نبی! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے تم اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اُسے کیوں حرام کرتے ہو؟

ان آیات کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے شہد استعمال کیا اور قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا حلال یا حرام کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے حضرت محمد مصطفٰے ﷺ بھی کسی چیز کو حرام نہیں کر سکتے تھے اور یہی اہل السنّت والجماعت کا مسلک ہے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار کی چیز ہے۔ اس میں وہ متفرد ہے اور خالص اسی کا حق ہے، باقی آنحضرت ﷺ کی طرف شرعی امور میں حلت وحرمت کی نسبت اس معنیٰ میں ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے مبلغ ہیں اور آپ ﷺ کا کسی چیز کو حلال یا حرام کہنا اس بات کی قطعی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو حلال یا حرام فرمایا ہے نہ یہ کہ آپ کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار حاصل تھا اسی طرح ائمہ مجتہدین کی طرف تحلیل وتحریم کی نسبت بایں معنیٰ ہے کہ وہ نص شارع سے اس چیز کے حلال ہونے اور حرام ہونے کو پیش کرتے

ہیں یا شارع کے کلام سے اجتہاد و استنباط کرتے ہیں۔ [کذا فی حجۃ اللہ البالغۃ بحوالہ دل کا سرور]

⑩ شروع میں آنحضرت ﷺ کے پاس جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لاتے تو آپ ﷺ بھی ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے تاکہ حضرت جبرائیل کے جانے کے بعد بھول نہ جائے تو اللہ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو منع فرمادیا کہ

لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ، اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ، فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ. [القیمۃ: ١٦]

ترجمہ: (اے پیغمبر!) تم اس قرآن کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو ہلایا نہ کرو، یقین رکھو کہ اس کو یاد کرانا اور پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے، پھر جب ہم اسے (جبرائیل کے واسطے سے) پڑھ رہے ہوں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔ **تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ**

آنحضرت ﷺ نفع یا نقصان کے مالک تھے یا نہیں؟

آنحضرت ﷺ اپنے لئے یا اپنے رشتہ داروں یا اپنی امت کے لئے نفع یا ضرر کے مالک نہیں تھے آیئے ایک بار پھر قرآن کریم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا فرماتا ہے۔

① قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ. (الاعراف ۱۸۸)

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے بھی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، مگر جو خدا تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے۔

② آپ ﷺ نے حقوق عامۃ المسلمین مثلاً غنیمت وغیرہ میں خیانت کرنے

سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اونٹ، بکری، گھوڑے اور کپڑے وغیرہ میں خیانت (اور چوری) کی تو یہ تمام اشیاء قیامت کے دن اس کی گردن پر ہوں گی اور اپنی اپنی آواز ظاہر کرتی ہوں گی اور ایسا خائن وہاں کہے گا، " یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ" اے اللہ کے رسول میری مدد کیجئے اور میں کہوں گا میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں، میں تجھے تبلیغ کر چکا تھا۔

غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ایک امتی کو عذاب سے نہیں بچا رہے اور واضح اعلان خود اپنے الفاظ مبارک میں فرماتے ہیں کہ "لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا" معلوم ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ پکڑے اس کو کوئی نہیں چھڑا سکتا اور یہی مشکل وقت ہے جہاں بے بس انسان کو سہارے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اب وہاں خود حضور اکرم ﷺ کی ذات عالی اس کے بچانے سے قاصر ہے تو کون ہوگا ایسا ولی یا بزرگ جو کسی کی فریاد کو سن کر اس کی حاجت پوری کرے؟

لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر، جو اتنی واضح ہدایت کے ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ کیلئے اختیاراتِ کلی ثابت کر کے اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ مانگنے کا اپنے اشعار میں عہد کرتے ہیں یا اولیاء کرام کو سب کچھ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے نہ مانگنے کی قسم کھاتے ہیں ایسے لوگوں کی ملاحظہ فرمائیں کچھ جھلکیاں ایک شاعر جذب میں آکر کہتا ہے:

اللہ کے پلے میں دھرا وحدت کے سوا کیا ہے
لینا ہے جو ہم نے وہ لے لیں گے محمدؐ سے

(نعوذ باللہ من ھذا الشرک)

ایک اور کہتا ہے:

خدا سے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوس اعلیٰ کو
مجھے کافی ہے یہ تربت معین الدین چشتی کی

اور ایک یوں کہتا ہے:

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی
کارِ عالم کا مُدَبِّر بھی ہے عبد القادر

ایک اور مرید اپنے مرشد سے یوں عقیدت کا اظہار کرتا ہے:

تجھے میں مشکل کشا ہی کہوں گا
میری تجھ سے مشکل کشائی ہوئی ہے (نعوذ باللہ من ھذا الشرک)

۳ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا کہ آپ ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا کے عذاب سے ڈرایئے تو آپ ﷺ نے اپنے تمام خاندان اور برادری کو جمع کر کے فرمایا اے خاندان قریش! اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے (توحید ورسالت وغیرہ عقائد قبول کر کے) بچالو، میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں نہیں بچا سکتا؛ اے خاندان بنو عبد مناف! اپنی جانوں کو عذاب سے بچالو، میں تمہیں خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکتا اے عباس بن عبد المطلب اور اے میری پھوپھی صفیہ! اپنے بچاؤ کا انتظام کرلو، میں تمہیں خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:

یافاطِمَۃ سَلِینِی مَا شِئۡتِ مِنۡ مَالِی لاأُغۡنِی عَنۡکِ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا

اے (میری لخت جگر بیٹی) فاطمہ! جس مال کا میں مالک ہوں اس سے جتنا تو چاہے مجھ سے مانگ لے مگر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے میں تجھے نہیں بچا سکتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب آپ ﷺ اپنی پیاری بیٹی، پھوپھی، عزیز، چچا

اور قریب ترین رشتہ داروں کو خدا کی گرفت سے نہیں چھڑا سکتے تو دوسروں کے لئے مصائب، تکالیف اور خداوندی عذاب سے بچانے کا اختیار کیسے رکھتے ہوں گے؟ اگر آپ ﷺ مختارکل ہوتے تو آپ ﷺ کو دوسروں کے لئے نہ سہی کم از کم خود اپنے رشتہ داروں کے لئے تو اختیار حاصل ہی ہوتا۔ [گلدستہ توحید، دل کا سرور]

سبق نمبر ۱۳

معجزہ اور کرامت کی حقیقت

معجزہ مشتق ہے عجز سے اور اس کے معنیٰ ہیں عاجز کرنے والا۔ اصطلاحی معنیٰ اس کے یوں بیان کئے گئے ہیں اَلْمُعْجِزَۃُ هِیَ اَمْرٌ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ یَظْهَرُ عَلٰی یَدِمُدَّعِی الرِّسَالَۃِمِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ [الحصون الحمیدیه: ۵۵]

ترجمہ: خلافِ عادت وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدعیٔ رسالت (پیغمبر) کے ہاتھ پر ظاہر ہو، اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کے اختیار سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ذاتی فعل ہوتا ہے جو کہ نبی کے ہاتھ پر دعویٰ نبوت کے ثبوت کے لئے ظاہر کیا جاتا ہے۔

معجزات کون سے ہیں؟

ویسے تو معجزات انبیاء بہت سے ہیں جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے مگر ان میں سے چند مشہور معجزات یہ ہیں۔

① نبی کریم ﷺ کو جو معجزات عطا کئے گئے ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جو کہ آپ ﷺ کے وقت سے لے کر ابھی تک محفوظ ہے۔ اسی طرح پوری دنیا کے فصحاء و بلغاء کے لئے چیلنج ہے جو کہ آج سے کئی صدیاں پہلے بھی تھا اس کے علاوہ آپ ﷺ کے اشارہ سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، کھجور کے خشک تنے کا آپ ﷺ کے فراق میں رونا اور پھر آپ کے تھپکی دینے سے اس کا خاموش ہو جانا، آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، تھوڑے سے طعام کا بہت سارے لوگوں کے لئے کافی ہو جانا

اور آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کا بہنا وغیرہ۔

۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا سانپ بن جانا، لاٹھی کو دریا میں مارنے سے راستے کا بن جانا، لاٹھی کو پتھر پر مارنے سے پانی کا بہہ نکلنا وغیرہ۔

۳ صالح علیہ السلام کا اپنی قوم کے مطالبہ پر ایک چٹان سے اونٹنی کا نکالنا۔

۴ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا ہو جانا۔

۵ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پھیرنے سے کوڑھی کا تندرست اور نابینا کا دیکھنے والا ہو جانا اور مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ۔

۶ داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کا موم کی طرح نرم ہو جانا۔

۷ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا اور شیاطین (جنات) کا مُسَخَّر، تابع ہو جانا وغیرہ۔

سوال معجزات انبیاء کرام اپنے اختیار سے ظاہر کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے؟

جواب یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی فعل ہے انبیاء کو اس میں اختیار حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے ایک پتھر لے کر بھاگا اور آپؑ اس کے پیچھے دوڑے لیکن موسیٰ علیہ السلام کے دوڑنے کا اس نے کوئی خیال نہیں کیا، بلکہ جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم تھا وہیں جا ٹھہرا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غضبناک ہو کر ڈنڈوں کے اس پر ایسے وار کئے کہ پتھر پر نشان پڑ گئے۔ اب اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ پتھر جیسی چیز پر نشان پڑ گئے لیکن پتھر کو روکنے کا اختیار آپ کو نہیں تھا۔

بالفرض مان لیا جائے کہ معجزات انبیاء کرام خود سے پیش کرتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ہم یہ اقرار کریں قرآن کریم جو امام الانبیاء سرور کائنات حضور ﷺ کے عظیم ترین معجزات میں سے ایک ہے یہ خود بنا کر پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا، حالانکہ قرآن کریم تو حضور علیہ السلام کے اختیار سے نازل نہیں ہوا، بسا اوقات آپؐ کے چاہنے کے باوجود نزول قرآن بند رہا اس طرح کا عقیدہ رکھنے سے حضور ﷺ کی ذات اقدس پر ایک بڑا بہتان لازم آتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

"کرامت" ولی کے ہاتھ پر اس کے اعزاز کے اظہار کے لئے ظاہر ہونے والا وہ فعل جو عام معمول کے خلاف ہو۔ کرامات اولیاء برحق ہیں، لیکن ان کرامات کے اظہار میں اولیاء کرام کا کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ محض رب تعالیٰ کے حکم سے ظہور پذیر ہوتی ہیں ،بطور مثال کے چند کرامات ذکر کی جارہی ہیں غور کر کے عقیدہ درست کیا جاسکتا ہے۔

① حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک مرتبہ حضرت اُسید بن حُضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما رات کے وقت کافی دیر تک بیٹھے رہے جب آپؐ کی خدمت سے اٹھ کر جانے لگے تو ان کے ہاتھوں میں اٹھائی ہوئی لاٹھیوں میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی اور اس طرح وہ تاریک رات میں لاٹھیوں کی روشنی میں اپنے گھروں تک پہنچے۔

② حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اسلامی لشکر سے جدا ہو کر راستہ بھول گئے پھر لشکر کی تلاش میں ہی تھے کہ ایک شیر اچانک ظاہر ہوا حضرت سفینہؓ نے دیکھ کر شیر سے کہا کہ میں آنحضرت ﷺ کا غلام ہوں اور راستہ بھول گیا ہوں بس سنتے ہی شیر اپنی دم ہلاتا ہوا ان کے قریب آیا اور ان کو لے کر محفوظ طریقہ پر لشکر اسلامی کی طرف روانہ ہو گیا اس طرح

ان کو بحفاظت لشکر میں جاملایا اور شیر واپس ہو گیا۔

۳ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پہلی امتوں میں سے کسی امت کے تین آدمیوں کا ذکر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ تین آدمی کسی موقع پر سفر کر رہے تھے کہ زور کی بارش ہوئی اور وہ تینوں مجبور ہو کر کسی پہاڑ کی ایک غار میں گھس گئے اور اتفاقاً اس غار کے منہ پر ایک وزنی چٹان آگری اور ان کے نکلنے کا راستہ بند ہو گیا تو ان تینوں میں سے ہر ایک نے اپنی ان سابقہ نیکیوں کو بطور توسل بالاعمال پیش کیا جو اپنی زندگی میں اس سے پہلے کر چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو راستہ سے ہٹا دیا اور وہ بخیریت وہاں سے نکل کر چلے گئے۔

مندرجہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ کرامات اولیاء برحق ہیں اور یہی مذہب علماء امت کا ہے چنانچہ مذکورہ روایات میں سے آخری روایت کے ذیل میں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ:

وفیہ اثبات کراماتِ الاولیاء وھو مذھب اھل الحق. [شرح مسلم ج۲: ص۳۵۳]

روایت میں اولیاء کرام کی کرامات کا اثبات ہے، یہی اہل حق کا مذہب ہے۔

سبق نمبر ۱۵

ختم نبوت

جاننا چاہیے کہ نبوت ورسالت کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، وہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر آکر ختم ہوا، اُن کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول، وہ آخری نبی ہیں، اور ہم ان کی آخری امت، ان پر نازل ہونیوالا قرآن آخری کتاب ہے اور ان کی لائی ہوئی شریعت آخری شریعت ہے۔ وحی کا سلسلہ اب ختم ہو چکا ہے، ان کے بعد اگر کوئی نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے گا وہ مرتد، کافر واجب القتل ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء والمرسلین ہونے کے دلائل اتنے ہیں کہ اس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ہم ان میں سے چند بطور نمونہ عرض کیے دیتے ہیں:

دلیل ۱ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا. [الاحزاب: ۴۰]

ترجمہ (مسلمانو!) محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں، اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے۔

دلیل ۲ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. [المائدة: ۳]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا، تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لئے) پسند کرلیا۔

حاصل اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے دین کو ہر طرح سے کامل فرمادیا ہے اس (امت) کو آنحضرت ﷺ کے بعد نہ کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے دین کی:

دلیل ۳ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ.

[الانعام: ۱۹]

ترجمہ: اور مجھ پر یہ قرآن وحی کے طور پر اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے میں تمہیں بھی ڈراؤں، اور ان سب کو بھی جنہیں یہ قرآن پہنچے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اس آیت نے یہ بات واضح کردی کہ قرآن کریم کی شریعت صرف ان لوگوں کے لئے خاص نہیں جو اس وقت موجود ہیں بلکہ قیامت تک جن لوگوں کو یہ قرآن پہنچے ان سب کے لئے یہی حجت ہے آئندہ کسی دوسری کتاب وشریعت اور نبوت کی ضرورت نہیں۔

دلیل ۴ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ۨ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. [الاعراف: ۱۵۸]

ترجمہ: (اے رسول! ان سے) کہو کہ: "اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا

بھیجا ہوا رسول ہوں جس کے قبضے میں تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔

دلیل ۵ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ. [الانبیآء:۱۰۷]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ان دونوں آیتوں اور اس طرح کے مضمون پر مشتمل کئی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تمام انسانوں کے لئے اور ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے رسول بن کر تشریف لائے ہیں خواہ وہ آپ کے زمانہ میں موجود ہوں یا آپ کے بعد قیامت تک پیدا ہوں اور آپ تمام اہل عالم کے لئے رحمت ہیں اور آپ ﷺ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے۔

دلیل ۶ عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰه ﷺ قَالَ: اِنَّ مَثَلِیۡ وَمَثَلَ الۡاَنۡبِیَاءِ مِنۡ قَبۡلِیۡ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیۡتًا فَاَحۡسَنَهٗ وَاَجۡمَلَهٗ اِلَّا مَوۡضِعَ لَبِنَةٍ مِنۡ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوۡفُوۡنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوۡنَ لَهٗ وَیَقُوۡلُوۡنَ هَلَّا وُضِعَتۡ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ. [البخاری ۱/۵۰۱ کتاب الانبیاء]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا کہ میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور آراستہ بنایا مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی پس لوگ اس کے دیکھنے کیلئے جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ

یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تا کہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا اور مجھ سے ہی قصر نبوت مکمل ہوئی اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

دلیل ⑦ عَنْ سعد بن ابی وقاصؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ اِلَّا اَنَّہٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ۔ [(بخاری، مسلم) غزوہ تبوک]

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ، کے ساتھ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا (اس لئے کہ تم ہارون کی طرح نبی نہیں ہو)

دلیل ⑧ عَنْ ثوبانؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ۔ [رواہ مسلم]

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ میری امت میں تیس (۳۰) جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

دلیل ⑨ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ یَا اَبَاذَرٍّ اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ اٰدَمُ وَاٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ۔ [رواہ ابن حبان]

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

سب انبیاء میں پہلے آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری محمد ﷺ ہیں۔

دلیل ⑩ عَنْ اَنَسِ بنُ مَالِکٍؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبوۃ قَدِانْقَطَعَتْ فَلارَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ. [رواہ الترمذی]

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

دلیل ⑪ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الباھِلِیؓ عَنِ : النبی ﷺ (فی حدیث طویل) وَاَنَاآخِرُ الاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الاُمَمِ [رواہ ابن ماجہ ص:۳۰۷ باب فتنہ الدجال]

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں آخرالانبیاء ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو۔

دلیل ⑫ عَنْ عُقْبَۃَ بن عامرٍؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نبیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابؓ. [رواہ ترمذی]

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطابؓ ہوتے۔

ان تمام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں ان کے بعد کسی تشریح کے ساتھ کوئی نبی نہیں آسکتا اگر کوئی دعویٰ کر بھی لے تو وہ کذّاب ودجال ہوگا۔

جس کو تفصیل درکار ہو تو "ختم نبوت کامل" مصنفہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرے۔

سبق نمبر ۱۶

کچھ جھوٹے مدعیان نبوت کا تذکرہ

گذشتہ سبق میں یہ پڑھا کہ سرورِ کائنات فخرِ رسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں، ان کے بعد کسی بھی تشریح کے ساتھ قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور جو دعویٰ نبوت کرے گا وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا جس کی سزا دنیا اور آخرت میں رسوائی اور ذلت ہوگی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نبی علیہ السلام (جو کہ صادق الامین ہیں) کے بعد کس نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے کو رسول اور نبی جان کر اپنی اتباع کا حکم دیا اور اپنی دنیا و آخرت گنوائی اور دین میں ایک فتنہ پیدا کر کے کتنے انسانوں کو دامِ فریب میں پھانسا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجی گئی کتاب قرآن کریم اور آخری نبی حضور اکرم ﷺ کے واضح ارشادات کے باوجود کچھ لوگوں نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھایا اور کچھ لوگ ان کی پیروی کر کے جہنم کے حقدار بنے۔

چنانچہ ایسے لوگوں کا اجمالی تعارف کچھ یوں ہے۔

مسیلمہ کذاب

(۱) مسیلمہ بن کبیر بن حبیب جو کہ بعد میں مسیلمہ کذاب کے نام سے مشہور ہوا، اس نے آنحضرت ﷺ کی رحلت کے بعد دعویٰ نبوت کیا جس کے نظریات جو کہ اس کے متبعین کے لئے شریعت کا درجہ رکھتے تھے کچھ یوں تھے۔

(۱) ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ مجھے مخبر صادق اور خدا کا برگزیدہ پیغمبر یقین کرے ورنہ اس کا اسلام مُسَلَّم (معتبر) نہ ہوگا (نعوذ باللہ)۔

(۲) میں رسالت مآب حضور اکرم ﷺ کی نبوت میں اس طرح شریک ہوں جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک تھا وغیرہ۔ (نعوذ باللہ)۔

اس طرح کے واہیات اور جھوٹے افسانے سنا کر لوگوں کو بہکانے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے اس کے ماننے والوں کا کچھ حلقہ سا بن گیا جس نے اس کا نفسیاتی طور پر حوصلہ بڑھا دیا۔ لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خیر القرون صحابہ کرامؓ کی جماعت بھی موجود ہو اور ایسا بدبخت زمین پر زندہ رہ کر چیلنج کرتا پھرے؟ چنانچہ اس کی سرکوبی کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل کی قیادت میں یمامہ (جہاں وہ اپنی جھوٹی امت کے ساتھ موجود تھا) کی طرف لشکر بھیجا اور بڑی جنگ کے بعد جب اس نے ناکامی کے آثار دیکھے، تو فوج کی ایک جمعیت کو لے کر راہ فرار اختیار کی، لیکن لشکر اسلام کے جانثار بہادروں نے اس کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونے نہ دیا اور حضرت وحشیؓ (جو کہ غزوہ احد میں حضرت حمزہؓ جیسی شخصیت کو کفر کے زمانہ میں شہید کر چکے تھے) نے آج کفر کے بڑے سرغنے کا یوں کام تمام کیا کہ اس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ زمین پر دھڑام سے آگرا اور وہیں ٹھنڈا ہوگیا۔ اس طرح نبوت کا جھوٹا محل جو اس نے تیار کیا تھا ہمیشہ کے لئے پیوند زمین ہوگیا اور اس کے سر کو کاٹ کر نیزے پر چڑھا دیا۔ بس یوں اس کی نبوت کا چرچا اور قصہ اختتام کو پہنچا۔

اصغر بن حسین

❷ اصغر بن حسین تغلبی نے ۴۳۹ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے ماننے والوں کی بھی ایک جماعت تیار کی اس کو بنو نصیر کے چند نوجوانوں نے گرفتار کر کے شاہ روم کے دربار میں پیش کیا، تو انہوں نے اس کو طویل مدت تک جیل میں قید کئے رکھا، یہاں تک کہ اس کی موت بھی جیل میں واقع ہوئی۔

بہافرید

❸ ابو مسلم خراسانی کے دورِ حکومت میں بہافرید بن ماہ فرودین ”زورانی“ نامی ایک مجوسی شخص نبوت اور وحی کا مدعی تھا جو کہ ضلع نیشاپور کا باشندہ تھا اس نے اپنی نبوت کی جدت یوں دکھائی کہ اپنی طرف سے سات نمازیں فرض کیں، اور اس نے اپنی امت کے لئے فارسی میں ایک کتاب تدوین کی اور سورج کو سجدہ کا حکم دیا۔

ابو مسلم کو جب اس کی شکایات پہنچیں تو انہوں نے اس کی گرفتاری کا حکم دیدیا اور اس نے اپنی گرفتاری کا سنا تو بھاگ نکلا، لیکن عبد القدوس بن شعبہ نے اس کا تعاقب کر کے اس کو گرفتار کر لیا اور ابو مسلم کے سامنے کھڑا کیا ابو مسلم نے اس بدبخت کو دیکھتے ہی خنجر کے وار کر کے اس کا کام تمام کیا اور یوں اس کی نبوت کا جھوٹا دعویٰ اپنے انجام کو پہنچا۔

عبد العزیز طرابلسی

❹ عبد العزیز طرابلسی ایک پہاڑی شخص تھا جس نے ۷۱۷ھ میں نبوت

کا دعویٰ کیا اور اس کی متابعت بہت سے جہلاء نے کی، خصوصاً فرقہ نصیریہ کے لوگوں نے اس کی متابعت کی یہاں تک کہ اس کی جمعیت تیس ہزار تک پہنچ گئی یہ بد بخت کبھی اپنے آپ کو محمد مصطفیٰ کہتا (نعوذ باللہ) کبھی علی المرتضیٰ اور کبھی مہدی کہتا، حضرات شیخین یعنی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بہت گالیاں دیتا اور نصیریہ کے علاوہ باقی تمام ادیان (بشمول اسلام) کو باطل کہتا۔ اس نے مسلمانوں کی بہت سی مساجد شہید کیں، حاکم طرابلس کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے لشکر کشی کر کے اس کی سرکوبی کی اور اسی لشکر نے اس بد بخت کو نہایت ذلت کے ساتھ واصل جہنم کیا۔

حامیم بن مَنّ اللہ

۵ حامیم بن مَنّ اللہ نے ۳۱۳ھ میں ریف کی سرزمین پر جو کہ ملک مغرب میں واقع ہے نبوت کا دعویٰ کیا اس کی شریعت کچھ یوں تھی: نمازیں پانچ کے بجائے دو (۲) رمضان کے روزے ختم کر کے اس کی جگہ ہر سال صرف بدھ اور جمعرات کے دو روزے مقرر کیے، حلال جانوروں کے سر اور انڈے حرام وغیرہ۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس علاقے کے بربر قبائل آج تک انڈوں کو حرام سمجھتے ہیں۔ الغرض اس نے بھی ایسی خرافات جاری کیں جو عموماً ایسے مدعیان نبوت میں ہوتی آئی ہیں بالآخر ۳۱۹ھ میں ایک لڑائی میں مارا گیا۔

مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی

۶ اس بد بخت کا زمانہ چونکہ ہمارے زمانہ کے زیادہ قریب ہے اور اسکے متبعین جو کہ قادیانی، مرزائی اور لاہوری کے نام سے پہچانے

جاتے ہیں، اب بھی موجود ہیں اور اس کذاب کے مشن کو آگے بڑھانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اس لئے اس کا پس منظر قدرے تفصیل کے ساتھ پیش خدمت ہے چنانچہ اس کا تعارف اور اس کے نظریات کچھ یوں ہیں۔

اس خبیث کا پورا نام مرزا غلام احمد اور باپ کا نام حکیم غلام مرتضیٰ تھا، موضع قادیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب ہندوستان کا رہنے والا تھا ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوا، اس نے اپنے دور میں مختلف جھوٹے دعوے کئے، کبھی کہتا کہ میں مفسر ہوں، کبھی کہتا کہ میں مجدد ہوں، کبھی کہتا کہ میں مسیح موعود ہوں حتیٰ کہ ۱۹۰۱ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کر ڈالا۔ چنانچہ یہ لعین کہتا سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(نعوذ باللہ) بحوالہ دافع البلاء (ص ۱۱)

اس نے اپنے دور میں ان دعوؤں کے علاوہ بے شمار واہیات، باتیں، دین اسلام، پیغمبر اسلام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہی ہیں جن کے سنتے ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر یہاں اس کی چند ہرزہ سرائیاں پیش کی جاتی ہیں، تاکہ مرزا کی حقیقت کا کچھ علم ہو سکے۔

ذات باری تعالیٰ کے متعلق مرزا لکھتا ہے

❶ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانے میں خدا سنتا تو ہے، مگر بولتا نہیں پھر بعد اس کے یہ سوال ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا؟ کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہو گیا ہے؟ (نعوذ باللہ)۔ بحوالہ ضمیمہ براہینِ احمدیہ، حصہ پنجم، ص ۱۴۴)

❷ وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ

سکتا ہے، وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا (نعوذ باللہ) (تجلیات الہیہ، ص ۴)

محسن انسانیت محمد رسول اللہ کے متعلق قادیانی عقائد کچھ یوں ہیں۔

① اس (نبی کریم ﷺ) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کریگا۔ (نعوذ باللہ) (اعجاز احمدی، ص ۱۷)

② یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ سکتا ہے (نعوذ باللہ) (اخبار الفضل قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

باقی انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی!

چنانچہ مرزا قادیانی نہایت آزادانہ انبیاء سے متعلق تبصرہ کرتا ہے، اور کہتا ہے:

① میں اس بات کا خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہاد میں غلطی نہیں کی (نعوذ باللہ) بحوالہ تتمہ حقیقت الوحی، ص ۱۳۵)

② پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا (نعوذ باللہ) بحوالہ براہین احمدیہ، ج ۵، ص ۵۵)

صحابہ کرامؓ کے بارے میں قادیانی کفریات ملاحظہ ہوں

① ابوبکر و عمر کیا تھے، وہ تو حضرت غلام احمد (قادیانی) کے جوتوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہیں تھے۔ (نعوذ باللہ) بحوالہ ماہنامہ المہدی بابت جنوری، فروری 1915)

② جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ ابوھریرہؓ کے

قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے۔ (نعوذ باللہ) ضمیمہ براہین احمدیہ، ج ۵، ص ۲۱۰

قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے متعلق مرزا قادیانی کی یاوہ گوئی

❶ ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی، مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ اسی لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد ﷺ کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ (مرزا) پر قرآن شریف اتارا جاوے۔ (نعوذ باللہ) [کلمۃ الفصل، ص ۱۷۳]

❷ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ (نعوذ باللہ)
(تذکرہ مجموعہ الہامات طبع دوم، ص ۶۳۵)

مرزا قادیانی کے چند کفریہ عقائد بطور نمونہ ذکر کیے گئے ہیں ان کے علاوہ بھی اس بدبخت نے ہزاروں کفریہ باتیں لکھی ہیں، اور ہرزہ سرائیاں کی ہیں، طوالت کے خوف سے ان سب کی تفصیل یہاں نقل نہیں کی جاسکتی۔

مرزا قادیانی کی عبرتناک موت

مرزا غلام احمد قادیانی ہیضہ کا شکار ہو کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بروز منگل لاہور میں واصل جہنم ہوا، اس کی جائے مرگ بیت الخلاء تھی، اس کی ناپاک میت کو مال گاڑی پر لاد کر قادیان لے جایا گیا جہاں اس کی تدفین عمل میں آئی اور یوں قادیان کی خاک سے اٹھنے والے اس مدعی نبوت کو قادیان ہی کی خاک میں پیوند زمین (دفن) کر دیا گیا۔ لعنه الله تعالىٰ لعنة وغضبه في الدارين

ان چھ جھوٹے مدعیان نبوت کے علاوہ اور بھی ایسے کئی بدبخت، جھوٹے

مدعیان نبوت گذرے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں دعویٰ نبوت سمیت مختلف جھوٹے دعووں اور باطل نظریات کے ذریعے سادہ لوح عوام الناس کو راہِ حق سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان میں سے حارث دمشقی، ابو منصور علی بن محمد خارجی، علی بن فضل یمنی، جلال الدین اکبر شاہ، سید نور بخش جونپوری وغیرہم قابل ذکر ہیں۔ ان سب کا تذکرہ اس چھوٹی سی کتاب میں مشکل ہے اگر تفصیل درکار ہو تو حضرت مولانا رفیق دلاوریؒ کی کتاب ''ائمہ تلبیس'' جلد اول و دوم کا مطالعہ فرمائیں جس میں ایسے ۴۷ کذابوں کی مکمل تاریخ بیان کی گئی جنہوں نے اپنے وقت میں تاج ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی ناپاک جسارت کی ہے اس کتاب کا مطالعہ ان شاء اللہ بہت تاریخی معلومات فراہم کرے گا۔

اکابر علماء حق کی اس فتنہ کے تعاقب کی کوشش

اور دوسری طرف اللہ کے نبی کے سچے عاشق، دین اسلام کے مخلص پاسبانوں اور علمائے امت نے بھی اپنی بھرپور علمی اور عملی جدوجہد کے ذریعے ان ملعونوں کا راستہ روکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے پیروکاروں کا دنیا میں جینا مشکل ہو گیا ہے۔ اور جہاں تک فتنہ قادیانیت کا تعلق ہے تو بقول مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ''اگر قادیانی چاند پر بھی چلے گئے تو ہم وہاں بھی ان کا تعاقب کریں گے'' اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے بہت جلد قادیانیت کا وجود بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ علماء دیوبند نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کا تعاقب اس فتنہ کے پیدا ہونے کے وقت سے تاہنوز جاری

رکھا ہوا ہے، اور اس سلسلہ میں بڑی بڑی قربانیاں دے چکے ہیں۔ مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ اور ان اکابرین کی روحانی اولاد اب بھی ''ختم نبوت'' کے مشن کو لئے امت مسلمہ کی صحیح راہنمائی اور ان فتنوں کی سرکوبی میں مصروف عمل ہے۔ اور پیغام حق وصداقت کو دنیا کے ہر کونے میں پہنچانے کا جذبہ رکھتی ہے۔

❁❁❁

اللّٰھم تقبل مساعیھم الجمیلة ووفقنا اتباعھم وانصرنا وثبت اقدامنا۔

رتّبَ ھٰذالدرس قاری رَیحان زیب شاہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

سبق نمبر ۱۷

ذکری مذہب اور اس کا مختصر پس منظر

فتنہ قادیانیت جس کا ذکر ابھی ہوا اس کی طرح ہمارے ملک میں ایک اور فتنہ بھی پایا جاتا ہے جس کی پہچان ذکری فرقہ سے ہوتی ہے۔

ذکری فرقے کے لوگ سید محمد جونپوری یا ملا محمد اٹکی کو اپنا نبی اور مہدی مانتے ہیں اور اس کا کلمہ پڑھتے ہیں جیسا کہ مرزائی مرزا غلام قادیانی کو نبی مانتے ہیں چنانچہ ذکریوں کا کلمہ یہ ہے "لاالہ الاالله نور پاک محمدمهدی مراد الله" کبھی اپنا کلمہ یوں پڑھتے ہیں" لاالہ الاالله نور پاک محمدمهدی رسول الله"۔

محمد جونپوری کون تھا؟

اس کا مختصر پس منظر یوں ہے کہ میران سید محمد جونپوری جمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ بروز پیر مطابق ۱۴۴۳ء جونپور (دوآبہ) ہندوستان میں پیدا ہوا۔ اس کی شناخت مختلف ناموں سے کی جاتی ہے۔ چنانچہ سندھ میں اس کو "میراں سائیں" اور مکران اور ایران کے ذکری "نور پاک" کے لقب سے یاد کرتے ہیں اس نے اپنے اصلی مسکن جونپور کے علاوہ مختلف علاقوں کا سفر کیا اور اس دوران اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نسب بدلا اور وہ اس طرح کہ اس کے والد کا نام سید خان المعروف بڈھ اویس اور والدہ کا نام آقا ملک تھا، مہدویت کے شوق میں اور امام مہدی کی علامات کو اپنے اوپر فٹ کرنے کے لئے یہ کیا کہ اپنے والد کا نام

عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ سے مشہور کیا اس طرح اپنی مہدویت کا چرچا کرتا رہا، بالآخر ''فراہ'' افغانستان میں ۱۹ ذیقعدہ ۹۱۰ھ بروز پیر اسکی وفات ہوئی۔

ذکری فرقہ کی بنیاد ملا محمد اٹکی نامی شخص نے رکھی۔ اس نے پہلے مہدی پھر نبی اور پھر خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے پہلے پہل سرباز (ایرانی بلوچستان) میں اپنی نبوت کا اعلان کیا، لیکن وہاں کے علماءِ اہل السنّت نے اس کو مار بھگایا تو وہ وہاں سے تُربت (بلوچستان) آ گیا اور یہاں پر چونکہ بلیدیوں کی حکومت تھی اور ملا محمد اٹکی کا ایک ہمنوا اور ہم مذہب ابوسعید بلیدی تُربت میں موجود تھا۔ اس لیے اس کے تعاون سے ذکری فرقے کو مکران، بلوچستان کے جاہل اور ناخواندہ عوام میں متعارف کرا کر کسی حد تک مقبولیت حاصل کی، کچھ محققین کی رائے ہے کہ محمد جونپوری اور ملا محمد اٹکی ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔

ذکریوں کے عقائد

① ان کا کلمہ تو وہی ہے جو اوپر ذکر ہو چکا لیکن ایک اور کلمہ بھی ہے جو کہ وہ اپنی پنجگانہ تسبیحات میں پڑھتے ہیں اور وہ یہ ہے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ نور محمد مهدی رسول الله صادق الوعد الامین۔ ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے برحق ہے ظاہر ہے نور محمد مہدی اللہ کا رسول ہے جو وعدہ کا سچا اور امانت دار ہے۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

② نماز کے منکر ہیں اور نماز کی بجائے پانچ وقت ذکر کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے اللہ تعالیٰ نے نماز سے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کہہ کر منع فرما دیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

پوری آیت یہ ہے "یا ایہا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری. (نساء، ایت ۴۳) (ابتدائے اسلام کی بات ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جانے سے منع کیا گیا تھا)

③ روزۂ رمضان کے منکر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا" کھاؤ اور پیو، تو روزہ کس لئے؟ نیز وہ روزوں کے اس ترتیب سے قائل ہیں کہ بروز دوشنبہ (پیر) ایک روزہ، ایام بیض (ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) اور ذی الحجہ کے آٹھ دن کل تین ماہ آٹھ دن روزے ہیں۔

④ حج بیت اللہ کے منکر ہیں اور وہ بجائے حج بیت اللہ کے "کوہِ مراد" میں، ۲۷ رمضان اور ۹، ۱۰ ذی الحجہ زیارت کے بہانے حج کرتے ہیں۔ کوہِ مراد تربت ضلع مکران کے قریب ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

⑤ میت کے لئے نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں صرف دعاء کرتے ہیں جو ذکر خانہ میں ہوتی ہے۔

کیا ذکری مسلمان ہیں؟

ذکریوں کے مختصراً ذکر کردہ عقائد سے معلوم ہوتا ہے کہ "ذکری کافر" ہیں اس لئے کہ:

- وہ "محمد مہدی" کو رسول مانتے ہیں۔ ❀ اس کے نام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔
- اور اصول اسلام نماز، روزہ اور حج وغیرہ کے منکر ہیں۔

لہٰذا ایسے کھلے کافروں سے ① نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ ② ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ ③ ان سے مسلمانوں کی طرح دوسرے تعلقات جائز نہیں ہیں۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو (احسن الفتاوٰی)

سبق نمبر...... ۱۸

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

انبیاء کرام ورسل علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

صحابی کسے کہتے ہیں؟

''صحابی'' اس خوش قسمت انسان کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبیِ اکرم ﷺ کی زیارت کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ صحابۂ کرامؓ سے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ:

۱ ......وہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

۲ ......تمام صحابۂ کرام کامل مؤمن، عادل اور جنتی ہیں۔

۳ ......امت میں کوئی بھی اللہ کا ولی عبادت کر، کر کے کسی بھی صحابی کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ جیسا کہ کوئی صحابی کسی نبی کے مقام کو نہیں پا سکتا۔

۴ ......تمام صحابہ کرامؓ گناہوں سے اور آخرت میں بفضل الٰہی مؤاخذہ سے محفوظ ہیں۔

۵ ......صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف محض دیانت، امانت اور تقویٰ پر مبنی تھا اور یہ اجتہادی اختلاف تھا جو کہ موجبِ رحمت اور باعثِ اجر تھا۔

لہذا اس اختلاف کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا طعن کرنا حرام ہے۔

❻ ......امت میں سب سے زیادہ رسول اکرم ﷺ کی اتباع کرنے والے صحابہؓ ہی تھے۔

❼ ......امت کے سب بہترین لوگ صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔

❽ ......مقام صحابیت کے لئے صحابہ کرامؓ کا انتخاب خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

❾ ......صحابہ کرامؓ کا ایمان معیاری اور تنقید سے بالاتر ہے۔

❿ ......قرآن کریم، احادیث رسولؐ اور احکام شریعت کو پوری دیانت کے ساتھ امت تک پہنچانے کا کام صحابہؓ نے کیا اور اس میں کوئی کمی، کوتاہی نہیں کی۔

مقام صحابہ کرامؓ قرآن کی نظر میں

❶ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ . [آل عمران: ١٠٩]

ترجمہ: (مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

❷ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا . [الفتح: ١٨]

ترجمہ: یقیناً اللہ ان مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ

سے بیعت کر رہے تھے، اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا، اس لئے اس نے اُن پر سکینت اُتار دی، اور ان کو انعام میں ایک فتح عطا فرمادی۔

۳ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا. [الفتح:۲۶]

ترجمہ: اور (اللہ نے) ان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا، اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے۔

۴ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ. [الانفال: ۷۴]

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے ہجرت کی، اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، وہ اور جنہوں نے انہیں آباد کیا، اور ان کی مدد کی، وہ سب صحیح معنی میں مؤمن ہیں۔ ایسے لوگ مغفرت اور باعزت رزق کے مستحق ہیں۔

یہ چند آیات کریمہ پیش کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ پورے قرآن کریم میں مناقب صحابہؓ صراحۃً یا اشارۃً اتنے زیادہ ہیں کہ اس کے لئے ایک کتاب تصنیف ہو سکتی ہے۔

مقام صحابہؓ، رسالت مآب ﷺ کی نظر میں

جس طرح اللہ رب العزت نے اس مبارک جماعت کی فضیلت اور شان کو واضح فرمایا ہے، اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے بھی صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ جماعت کی مختلف انداز میں تحسین فرمائی اور ان کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ اور ان سے عداوت اور نفرت سے بچنے کی تاکید و تلقین کی ہے۔

❶ عن عمرانؓ بن حصین قال قال رسول اللہ ﷺ خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم ان بعدهم قوم یشهدون ولایتشهدون ویخونون ولایؤتمنون وینذرون ولایفون ویظهر فیهم السمن۔ (مشکوۃ، باب مناقب الصحابہ بحوالہ مظاہر حق، ص۵۹۲)

ترجمہ: میری امت کے بہترین لوگ میرے قرن کے لوگ (صحابہؓ) ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں (تابعی) اور پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں اور پھر ان قرنوں کے بعد جن لوگوں کا زمانہ آئے گا ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو خود بخود گواہی دیں گے اور کوئی ان سے گواہی نہ چاہے گا، ایسے لوگ بھی ہوں گے جو خیانت کریں گے اور ان کی دیانت وامانت پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نذر مانیں گے اور اپنی نذر کو پورا نہیں کریں گے، اور ان میں موٹاپا ہوگا۔

❷ عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرة. (ترمذی ۲/۲۲۵)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا ہے ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔

❸ عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لاتسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیده لوان احدکم انفق مثل احد ذهباماادرک مُدَّاحدهم ولانصیفه.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا نہ کہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے صحابہؓ کے ایک مُد یا آدھے مُد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (۱)

❷ عن جابرؓ عن النبی ﷺ قال لاتمس النار مسلما رأنی اور رأی من رأنی. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس مسلمان کو (دوزخ کی) آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا ہو یا اس شخص کو دیکھا ہو جس نے مجھ کو دیکھا ہو۔

اس حدیث شریف سے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ عظام کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

مقام صدیق اکبرؓ

اہل السنّت والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ میں سے خلفاء اربعہؓ سب سے بہتر اور فضیلت والے ہیں پھر ان چار میں سے افضل حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ ہیں۔ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین.

تعارف صدیق اکبرؓ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ لقب صدیق اور عتیق اور کنیت ابوبکر ہے والد کا نام عثمانؓ اور ان کی کنیت ابو قحافہ ہے، آپ کی ولادت حضور اکرم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ

(۱) ''مُد'' اس زمانے کے ایک پیمانہ کا نام تھا جس میں سیر بھر کے قریب ''جو'' وغیرہ آتا تھا

سے دو سال اور کچھ مہینے بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی، آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں آپ ﷺ کے بعد خلیفہ اور امیر المؤمنین ہوئے تقریباً دو سال ۴ ماہ تک خلیفہ رہ کر ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ کو ۶۳ سال عمر مستعار پا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام قرآن کی نظر میں:

① وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى.

ترجمہ: اور اس (جہنم) سے ایسے پرہیز گار شخص کو دور رکھا جائے گا جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے (اللہ کے راستے میں) دیتا ہے، حالانکہ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں تھا جس کا بدلہ دیا جاتا، البتہ وہ صرف اپنے اس پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہے جس کی شان سب سے اونچی ہے۔ یقین رکھو ایسا شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔

یہ آیات حضرت ابو بکرؓ کی شان میں ہیں جن کو "اتقیٰ" بڑا پرہیزگار کہا گیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق حدیث کی نظر میں

① **عن عبداللہ بن مسعود عن النبی لو کنت متخذاً خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلاً ولکنہ اخی وصاحبی وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلاً** (مسلم بحوالہ مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر میں کسی کو ''خلیل'' بناتا تو ابو بکرؓ کو خلیل بناتا، تاہم ابو بکر میرے بھائی اور میرے رفیق و ساتھی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے صاحب کو (یعنی مجھ کو) اللہ نے اپنا خلیل بنالیا ہے''۔

صحابہ کرامؓ میں سے کتنے حضرات ایسے ہیں کہ جن کی شان عالی اور ان کے مقام و مرتبے کو حضور اکرم ﷺ نے مختلف مواقع پر بیان فرمایا ہے، محدثین کرامؒ نے ان سب کو ''مناقبؓ'' کے عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے، جن کا احاطہ اس چھوٹی سی کتاب میں مشکل ہے، البتہ چند مشہور صحابہ کرامؓ کے فضائل حدیث کی رو سے بطور تبرک و عقیدت ذکر کئے جارہے ہیں، جس سے یقیناً اندازہ کرنا آسان ہوگا کہ اہل السنت والجماعت کے ہاں ان روشن ستاروں کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی الله عنه کی شان حدیث شریف میں ان کلمات کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

① عَنْ عُقْبَةَ بن عامرٍؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّى اللّٰه عَلَيْه وَسَلَّم لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نبيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابؓ. [رواه ترمذی]

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطابؓ ہوتے۔

مردوں میں سب سے زیادہ محبوب مجھے ابو بکرؓ پھر، عمرؓ ہیں۔

۲ افضل هذه الامة بعد نبيها ابوبكر ثم عمر (مسند احمد ۱۰۶)

ترجمہ: اس امت کے افضل ترین انسان پیغمبر علیہ السلام کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان، رسالت مآب کی زبانِ اقدس سے یوں بیان کی گئی ہے۔

عن طلحة بن عبيد قال قال رسول الله ﷺ لكل نبي رفيق ورفيقي يعني في الجنة عثمان. رواه الترمذي

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبیدؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا ایک رفیق (یعنی ہمراہی اور مہربان ساتھی ودوست) ہوتا ہے اور میرے رفیق، یعنی جنت کے ساتھی عثمانؓ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

خلیفہ رابع حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی توصیف وتعریف نبی اکرم ﷺ نے ان کلمات سے فرمائی ہے۔

۱ عن سعد بن ابي وقاص قال قال رسول الله ﷺ لعليؓ انت مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي.

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علیؓ

سے فرمایا تھا (دنیا وآخرت میں قرابت ومرتبہ میں اور دینی مددگار ہونے کے اعتبار سے) تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔ بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

❷ عن ام سلمۃؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ من سبّ علیا فقدسبنی (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے (نسب ونسل کے اعتبار سے) علیؓ کو برا کہا، اس نے درحقیقت مجھ کو برا کہا۔ (احمد)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین کاتب وحی حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے لئے کیا قابل رشک دعا فرمائی ہے۔

عن عبد الرحمن بن ابی عمیرۃؓ عن النبی ﷺ انہ قال لمعاویۃؓ اللھم اجعلہ ھادیامھدیا واھدبہ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے حق میں یوں دعا فرمائی ,اے اللہ اس کو راہ راست دکھانے والا اور راہ راست پایا ہوا بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔ (ترمذی)

اہل بیت عظام

اہل بیت سے مراد رسول اکرم ﷺ کی گیارہ ازواجِ مطہرات ، تین

صاجزادے، چار صاجزادیاں اور ان کی اولاد ہے۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ احبو الله بما يغدو كم من نعمه واحبوني لحب الله واحبو ا اهل بيتي لحبي (ترمذی۲/۶۹۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم اللہ سے محبت رکھو کیونکہ وہی تمہیں اپنی نعمتوں سے رزق پہنچاتا ہے اور تمہاری پرورش کرتا ہے اور اس بناء پر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو مجھ سے محبت رکھو اور میرے اہل بیت کو میری محبت کی وجہ سے عزیز و محبوب رکھو۔ (ترمذی)

عشرہ مُبَشّرہ

یعنی وہ خوش قسمت اور اونچی شان والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کو لسانِ نبوت سے جنت کی خوشخبری دنیا ہی میں دیدی گئی۔ ایسے صحابہ کرامؓ کی تعداد دس ہے، اس لئے ان کو "عشرۂ مبشرہ" کہا جاتا ہے۔

عن عبدالرحمن بن عوفؓ ان النبی ﷺ قال
ابو بكرفى الجنةوعمر فى الجنة وعثمان فى الجنة
وعلى فى الجنة وطلحة فى الجنة والزبير فى الجنة
وعبدالرحمن بن عوف فى الجنة وسعد بن ابى
وقاص فى الجنة وسعيد بن زيد فى الجنة وابو عبيدة
بن الجراح فى الجنة (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ جنت میں ہیں، عمرؓ جنت میں ہیں، عثمانؓ جنت میں ہیں، علیؓ جنت میں ہیں، طلحہؓ جنت میں ہیں، زبیرؓ جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں ہیں، سعد ابن ابی وقاصؓ جنت میں ہیں، سعید ابن زیدؓ جنت میں ہیں اور ابوعبیدہؓ بن الجراح جنت میں ہیں۔ (ترمذی)

تابعین عظام

عقیدہ اہل السنّت الجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد امت میں سب سے افضل تابعین کی جماعت ہے جن کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم.

عقیدہ ائمۂ مجتہدین میں سب سے افضل امام ابوحنیفہؒ ہیں جو بالاتفاق تابعی ہیں اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہے اور ان سے علمی استفادہ کیا ہے۔ ان کے بعد امام مالکؒ ہیں، اس لئے کہ وہ تبع تابعین میں سے ہیں، پھر امام شافعیؒ ہیں جو کہ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، ان کے بعد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ہے۔ رحمھم اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ - (شرح الفقہ الاکبر ص ۲۰۷)

❀❀❀

سبق نمبر ۱۹

قبر کی زندگی

آخرت کی زندگی کے دو مرحلے ہیں ایک مرحلہ قبر یا برزخ کی زندگی کا ہے، دوسرا مرحلہ یوم القیامت کا ہے، برزخ چونکہ آخری مراحل سے پہلا مرحلہ ہے، اور اسی سے انسان کی دوسری زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور کامیابی اور ناکامی کے آثار شروع ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا اس کی مختصراً کیفیت ذکر کی جاتی ہے اس کے بعد قیامت اور اس کے حالات کا ذکر کیا جائیگا۔

قبر کی زندگی کی ابتداء تو اسی وقت سے ہوجاتی ہے جب آدمی پر سکرات کا عالم ہوتا ہے، یا جان کنی طاری ہوتی ہے، جب آدمی پر یہ کیفیت طاری ہو تو اس وقت کا ایمان معتبر ہوتا ہے اور نہ ہی توبہ۔

جب آدمی مرجاتا ہے تو لوگ اس کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو ان کے جاتے ہی دو فرشتے انتہائی ڈراوٴنی شکل کے ساتھ آتے ہیں، جن میں سے ایک فرشتہ کا نام منکر ہے، اور دوسرے کا نام نکیر ہے، اور پھر یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردہ کو بٹھاتے ہیں اور اس سے تین سوال کرتے ہیں۔

❶ ''مَنْ رَّبُّکَ'' تیرا رب کون ہے، مردہ مؤمن مسلمان ہو تو وہ کہتا ہے ''رَبِّیَ اللّٰہ'' میرا ربّ اللہ ہے۔

❷ ''مَادِیْنُکَ'' تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے ''دِیْنِیَ اَلْاِسْلَام'' میرا

دین اسلام ہے۔

③ مَنْ نَبِیُّکَ تیرا نبی کون ہے وہ کہتا ہے نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ ﷺ یعنی میرا نبی محمد ﷺ ہے۔

فرشتے کہتے ہیں تجھے کس نے بتایا، مردہ کہتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فرشتے سوالات کے صحیح جواب پاکر کہتے ہیں کہ ہمیں تو معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا۔ الغرض ان سوالات کا صحیح جواب دینے والوں کے لئے قبر تا حدِ نگاہ کشادہ کردی جاتی ہے، اور اس سے کہا جاتا ہے نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ (دولہا کی طرح بے فکر ہو کے سو جا) اور اس کی روح کو فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقام علیین تک پہنچا دیتے ہیں، اور اس کی طرف جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور وہ جنت کی ہواؤں اور خوشبوؤں سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔

اگر وہ بندہ کافر یا منافق ہو تو ان سوالات کے جوابات نہیں دے سکتا، بلکہ اس کی زبان سے ھاہ، ھاہ لا ادری (افسوس میں کچھ نہیں جانتا) نکلتا ہے فرشتے کہتے ہیں تو نے نہ جانا نہ مانا، اور اس کو لوہے کے گرزوں (ہتھوڑوں) سے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی چیخ سوائے جن وانس کے سب سنتے ہیں، اور اس کی قبر کے دونوں طرف آپس میں مِل جاتے ہیں اور اس کو اس قدر دبوچتے ہیں کہ اس کی دونوں پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور وہ حشر تک اس عذاب میں گرفتار رہتا ہے، اور ایسے لوگوں کی روحوں کو مقام سجّین تک پہنچا دیا جاتا ہے، اور ان کی طرف

دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور قیامت تک اس میں جھلتے رہیں گے۔ سانپ، بچھو ان کو ڈسیں گے، اور فرشتے گرم لوہے کے ہتھوڑوں سے ان کو ماریں گے۔ (اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا)

یہ آخری مراحل میں سے پہلا مرحلہ ہے جس کو عالم برزخ کہتے ہیں برزخ بمعنی حائل اور پردہ کے ہیں یعنی دو چیزوں کے درمیان جو چیز حائل ہو جاتی ہے اس کو برزخ کہتے ہیں چونکہ قبر کی زندگی ہماری اس دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان حائل ہے اس لئے اس کو عالمِ برزخ کہتے ہیں جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ. اوران کے آگے قیامت تک ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔

سوال اس سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں کئے جانے والے سوالات ان سے ہوں گے جن کو عام طریقہ پر قبر میں دفن کیا گیا ہو، باقی وہ لوگ جو جلا دیئے جاتے ہیں یا دریا اور سمندر میں پھینک دیئے جاتے ہیں ان سے یہ سوالات نہیں ہوں گے۔

جواب جس طرح قبر میں ایک مردہ کو دفن کیا جاتا ہے اس کے جسم میں روح واپس لاکر اس سے سوال کیا جاتا ہے اسی طرح جو جل، بھُن کر راکھ ہو گئے یا جنہیں مچھلیوں نے کھا لیا ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے تمام اجزاء کو جمع کر کے اور روح ڈال کر ان سے سوال و جواب کرے گا، اور وہ اس طرح بوسیدہ اور ریزہ ریزہ شدہ اجسام کو دوبارہ جمع کر کے ان

سے سوال کرنے پر قادر ہے (تلخیص من عمدۃ الفقہ واسلامی فقہ)

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی مردوں کو زندہ کر کے یہ بتادیا ہے کہ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام کا جب بیت المقدس سے گذر ہوا تو وہ ویران اور اجڑی ہوئی بستی تھی اور اس پر آپ نے تعجب فرمایا کہ یہ شہر کیسے آباد ہوگا؟ اس پر ان کی روح قبض کرلی گئی اور سو سال کے بعد زندہ ہوئے، اس کی منظر کشی قرآن کریم نے یوں کی ہے:

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ. (البقرة: ۲۵۹)

ترجمہ یا (تم نے) اس جیسے شخص (کے واقعے) پر (غور کیا) جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گذر ہوا جب وہ چھتوں کے بل گری پڑی تھی؟ اس نے کہا "اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟" پھر اللہ نے اس شخص کو سو سال تک کے لئے موت دی، اور اس کے بعد زندہ کردیا۔ (اور پھر) پوچھا کہ تم کتنے عرصے تک (اس حالت میں) رہے ہو؟ اس نے کہا: "ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ!" اللہ نے کہا: "نہیں! بلکہ تم سو سال اسی طرح رہے ہو۔ اب اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ

ذرا نہیں سڑیں۔ اور (دوسری طرف) اپنے گدھے کو دیکھو (کہ گل سڑ کر اس کا کیا حال ہو گیا ہے) اور یہ ہم نے اس لئے کیا تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنا دیں۔ اور (اب اپنے گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اٹھاتے ہیں، پھر ان کو گوشت کا لباس پہناتے ہیں!'' چنانچہ جب حقیقت کھل کر اس کے سامنے آ گئی تو وہ بول اٹھا کہ ''مجھے یقین ہے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جیسے سو سال تک مارے رکھنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتا ہے، تو یہ کونسا مشکل ہے کہ ہوا میں بکھرے انسانی اعضاء کے اجزاء اور زمین میں ملے ہوئے خاک شدہ گوشت پوست کے ذرات اور دریا کے مختلف جانوروں اور مچھلیوں وغیرہ کے پیٹ میں تقسیم شدہ اجزا کو جمع کر کے سوال نہ کر سکے؟ بلکہ ضرور کر سکتا ہے۔

عذاب قبر برحق ہے

اہل السنۃ والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ عذاب قبر، برزخ برحق ہے چنانچہ اس کی تائید قرآن وحدیث سے ہوتی ہے مختصراً چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں طلبۂ عزیز اگر ان کو یاد کر لیں تو بہت ہی غنیمت کی چیز ہوگی۔

1. اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا. (المؤمن: ۴۶)

ترجمہ: آگ ہے جس کے سامنے انہیں صبح وشام پیش کیا جاتا ہے۔

2. مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا. فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا. (نوح: ۲۵)

ترجمہ: ان لوگوں کے گناہوں کی وجہ ہی سے انہیں غرق کیا گیا، پھر آگ

میں داخل کیا گیا، اور انہیں اللہ کو چھوڑ کر کوئی حمایتی میسر نہیں آئے۔

③ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله تعالیٰ عنه کَانَ ﷺ یَدْ عُوْاَللّٰهُمَ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَاوَ الْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّال ۔ (بخاری کتاب الجنائز)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ دعا مانگتے تھے، یا اللہ میں قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کی بلاؤں سے اور کانے دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

④ عَنْ اِبْنِ عَبَّاس رضی الله عنهما قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ علیٰ قَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنهما لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰی اَمَّا اَحَدُ هُمَا کَانَ یَسْعٰی بِالنَّمِیْمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُمِنْ بولِهٖ قَالَ ثُمَّ اَخَذَ عُوْدًا رَطْبًا فَکَسَرَهٗ بِاثْنَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ کُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا علیٰ قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهٗ یُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا ۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ دو قبروں پر سے گزرے، آپ نے فرمایا ان کو عذاب ہو رہا ہے، اور کسی بڑی بات پر نہیں پھر فرمایا یہ کہ بہر حال ان میں سے ایک چغلی کرتا پھرتا تھا (غیبت کرتا تھا) اور دوسرا اپنے

پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا، حضرت ابن عباس نے کہا پھر آپ نے ایک ہری ٹہنی لی اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کئے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا لگا دیا پھر فرمایا شاید جب تک یہ نہ سوکھیں ان کا عذاب کم ہو۔

۵ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوة والسَّلَام اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ. (رواہ الترمذی عن ابی سعید والطبرانی عن ابی ہریرہ بحوالہ نبراس: ۳۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

۶ وَنُؤْمِنُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ لِمَنْ كَانَ لَهٗ اَهْلًا وسوال منكر ونكير في قبر عن ربه و دينه على ماجائت به الا خبار عن رسول الله ﷺ وعن الصحابة رضوان الله عليهم والقبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النيران۔ (العقیدۃ الطحاویہ مع الشرح: ۳۹۱)

ترجمہ: اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ عذاب قبر اس کے حقدار کے لئے برحق ہے، اور منکر نکیر کے سوالات اس کے رب، دین اور نبی کے بارے میں برحق ہیں ان سب چیزوں پر ہمارا ایمان ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے احادیث مروی ہیں اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

ان واضح دلائل سے ثابت ہوا کہ عذابِ قبر کفار منافقین اور بعض عُصاۃِ مؤمنین (گنہگاروں) کے لئے ثابت ہے۔

سبق نمبر ۲۵

حیات انبیاء علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے اپنی افضل ترین مخلوق میں سے انبیاء کرام کو ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ جس طرح وہ دنیا میں ایک خاص شان کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، اسی طرح عالم برزخ اور محشر میں بھی ان کا رتبہ ومقام اور برزخی زندگی عام انسانوں سے مختلف ہوتی ہے۔ انبیاء کرام سے متعلق اہل حق (اہل السنّت الجماعت) کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا تمام انبیاء کرام دنیا میں اپنی حیات مستعار گذارنے کے بعد وفات پا چکے ہیں۔ لیکن ان کے مبارک جسم قبور میں وفات کے بعد بھی محفوظ اور تر و تازہ ہیں۔ اور ان کو باقی انسانوں کی بنسبت خصوصی اور اعلیٰ درجے کی حیات حاصل ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

۱ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ

(ابوداؤد، ۱۵۰)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسم کھانے کو حرام کردیا ہے۔

۲ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ. (شفاء السقام ص ۱۳۴)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

۳ عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت (وفی روایۃ) مررت علی موسیٰ لیلۃ اُسریَ بی عندالکثیب الاحمر

وھو قائم یصلی فی قبرہ. (مسلم۲/۲۶۸)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

حیات نبی اکرم ﷺ

خاتم الانبیاء نبی اکرم ﷺ کی برزخی حیات اور درود شریف سننے سے متعلق واردشدہ احادیث اور محدثین وفقہاء کرام کا عقیدہ۔

❶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ. (کنزالعمال۱/۴۹۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے، میں اس کو خود سنتا ہوں، اور جو دور سے بھیجتا ہے، وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

❷ عَنْ ابْنِ مسْعُوْدٍؓ قَال، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ انَّ لِلّٰهِ ملٰئکة سیاحین فِیْ الاَرْض یُبَلِّغُوْنِی من امتی السلام. (نسائی،۱/۱۹۸)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں اور میری امت کے سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

شارح بخاری علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

۳ ان حیاته ﷺ فی القبر لایعقبها الموت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورهم . (فتح الباری ۷/۲۲)

یعنی آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے کہ جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی، بلکہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ کیونکہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

علامہ قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں:

۴ وقد ذهب جماعة من المحققین الی ان رسول الله ﷺ حی بعد وفاته وانه یسر بطاعات امته. (نیل الاوطار ۳/۲۶۴)

محققین کی جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ وفات کے بعد زندہ کئے گئے ہیں، اور آپ امت کی طاعات پر خوش ہوتے ہیں۔

۵ فقیہ الامت علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

ان الانبیاء احیاء فی قبورهم کماورد فی الحدیث . (رسائل ابن عابدین ۲/۲۰۳)

۶ مشہور محدث اور شارح ابوداؤد مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ حی فی قبره کما ان الانبیاء علیهم السلام احیاء فی قبورهم. (بذل المجهود ۲/۱۱۷)

آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلهم

سبق نمبر ۲۱

قیامت، اس کے حالات اور قیامت کی علامات

آمَنْتُ بِاللّٰهِ .... وَالْيَوْمِ الآخِرِ

قیامت اس ہولناک دن کا نام ہے کہ جس دن تمام انسان اور جاندار مرجائیں گے، آسمان پھٹ پڑے گا، ستارے، چانداور سورج بے نور ہوکر گر پڑیں گے، زمین پر موجود مضبوط پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے ہوگا۔ قیامت کے اس ہیبت ناک دن کی قرآن کریم نے یوں منظر کشی کی ہے۔

۱ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ.

ترجمہ: جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔

۲ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ. (سورۃ التکویر)

ترجمہ: جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب ستارے ٹوٹ، ٹوٹ کر گریں گے۔ اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا۔ اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیوں کو بھی بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔

۳ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ. (سورۃ الحج)

ترجمہ: یقین جانو کہ قیامت کا بھونچال بڑی زبردست چیز ہے۔

۲۴ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ. (سورۃ الزمر)

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں، وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے اُس کے جسے اللہ چاہے۔

اس دن اور اس میں تمام پیش آنے والے واقعات کو ماننے کا نام ''ایمان بالیوم الآخر'' ہے جس کو ایمان مفصل میں ذکر کیا گیا ہے۔

علامات قیامت

قیامت کا دن جس کے وقوع کا علم سوائے باری تعالیٰ عزاسمہٗ کے کسی کو نہیں، یہاں تک کہ کائنات میں سب سے زیادہ برگزیدہ انسان سرور کائنات حضرت محمد مصطفٰے ﷺ بھی یہ علم نہیں رکھتے کہ قیامت کب واقع ہوگی، کس سال یا کتنے سال کے بعد واقع ہوگی، چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر امت کو یوں بتایا جاتا ہے۔

۱ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (سورۃ لقمان)

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر۔

۲ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ (حٰمٓ السجدہ)

اسی کی طرف حوالہ ہے قیامت کی خبر۔

۳ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسَاهَا.

تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت سے متعلق کہ کب ہے قیام اس کا۔

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ. (الاعراف : ۱۸۷)

تو کہہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے، وہی کھول کر دکھائے گا اس کو اس کے وقت پر۔

ان تمام آیات اور اس طرح کے مضمون پر مشتمل کئی دوسری آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے، قیامت کے دن کے تعین کا علم سوائے رب کریم کے کسی کو نہیں، البتہ قیامت کے دن کی علامات حضور اکرم ﷺ نے امت کو بتائی ہیں، جن کو دیکھ کر آدمی قرب قیامت کا یقین کر سکتا ہے پھر وہ علامات دو قسم کی ہیں۔

❶ علاماتِ صغریٰ (یعنی وہ علامتیں جو حضور اکرم ﷺ کی پیدائش اور بعثت سے لیکر حضرت مہدی کے ظہور تک کی ہیں)

❷ علاماتِ کبریٰ (یعنی وہ علامات جو حضرت مہدی کے ظہور سے لیکر حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور (بگل) پھونکنے تک کی ہیں)۔

علامات صغریٰ: (یعنی چھوٹی علامتیں)

بہ روایت امام بخاری کہ آنحضرت ﷺ نے عوف بن مالک سے فرمایا کہ قیامت سے پہلے یہ چھ علامات ہیں۔

❶ میری وفات ❷ بیت المقدس کا فتح ہونا ❸ ایک عام وبا کا ہونا (یہ دونوں علامتیں حضرت عمرؓ کے دور میں ظاہر ہوئیں) ❹ مال کا زیادہ ہونا کہ سو دینار کو آدمی حقیر جانے گا (یہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہوا)۔ ❺ ایک فتنہ جو عرب کے گھر گھر میں

داخل ہوگا یہ فتنہ بھی حضرت عثمانؓ کی شہادت سے رونما ہوا ❻ تم میں اور نصاریٰ (عیسائیوں) میں ایک صلح ہوگی پھر وہ غدر کریں گے۔ ۸۰ نشان کہ ہر نشان کے ساتھ بارہ ہزار لشکر ہوگا، لے کر تم پر چڑھائی کریں گے (یہ علامات ابھی ظاہر نہیں ہوئیں) اس کے علاوہ اور بھی کئی روایات حدیث میں وارد ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

❶ علم کا اٹھ جانا، جہل کا زیادہ ہونا ❷ زنا اور شراب خوری کا بکثرت ہونا ❸ عورتوں کا زیادہ اور مردوں کا کم ہونا ❹ جھوٹ بولنے والے لوگوں کا زیادہ ہوجانا ❺ بڑے کام نا اہل لوگوں کے سپرد ہونا ❻ لوگوں کا دنیوی مصائب کی کثرت کی وجہ سے موت کی آرزو کرنا ❼ امانت کو غنیمت کا مال سمجھ کردیا جانا ❽ زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھنا ❾ علم کا دنیا کے لئے پڑھنا ❿ مرد کا اپنی بیوی کا فرمانبردار اور ماں کا نافرمان ہوجانا ⓫ دوست کو نزدیک اور باپ کو دور کرنا ⓬ مساجد میں لوگوں کا شوروشرابہ کرنا ⓭ فاسق لوگوں کا قوم کا سردار ہونا ⓮ کسی کی تعظیم اس کے شر کے خوف سے کرنا ⓯ گانے بجانے اور ناچ کا زیادہ ہوجانا ⓰ حیاء وشرم کا اٹھ جانا ⓱ امت کے پہلے لوگوں پر پچھلے لوگوں کا لعنت کرنا ⓲ وقت سے برکت کا اٹھ جانا، یہاں تک کہ سال مثل مہینے کے، مہینہ مثل ہفتے کے، ہفتہ مثل دن کے اور دن کا آگ کے ایک جھونکے کے مثل ہوجانا ⓳ باوجود نبوت کے ختم ہونے کے نبوت کے دعویداروں کا پیدا ہونا ⓴ سلام (جو کہ سنت ہے) صرف جان پہچان کے لوگوں کو کرنا۔ ان میں سے اکثر علامات ایسی ہیں جو کہ موجودہ زمانہ میں ظہور پذیر ہوچکی ہیں۔

علامات کبریٰ (یعنی وہ علامات جو حضرت مہدی کے ظہور سے لیکر نفخۂ اُولیٰ تک ظاہر ہوں گی۔

❶ پہلی علامت حضرت مہدیؓ کا ظہور ہے، جن کا نام محمد، والد کا نام عبداللہ، والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے، صورت اور سیرت میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں گے، مدینہ کے رہنے والے ہوں گے، جب مدینہ سے مکہ مکرمہ آئیں گے، پہلے عرب کے لوگ پہچان کر ان سے بیعت کریں گے، کعبۃ اللہ کا خزانہ نکال کر مسلمانوں میں تقسیم کریں گے، پہلے عرب کے، پھر روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے، دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، شریعت (علیٰ صاحبہا تحیۃ وسلامٌ) کے موافق عمل کریں گے، سات یا آٹھ برس زندہ رہیں گے، اس کے بعد ان کی وفات ہوگی، اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

(حضرت مہدی کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے ''عقیدہ ظہور مہدی احادیث کی روشنی میں'' تالیف مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ)

❷ دوسری علامت ہے خروج دجّال'' (یعنی بڑا جھوٹا، بڑا ٹھگ، حق و ناحق میں بڑا خلط ملط کرنے والا) یہ اس کا لغوی معنیٰ ہے، اصطلاحی طور پر جو اس کا مصداق ہے، وہ ایک خاص کافر ہے جس کا حلیہ، صفات، اور علامات یہ ہیں۔

❶ یہودی نسل سے ہوگا، لقب مسیح ہوگا۔

❷ داہنی آنکھ سے اندھا ہوگا۔

③ اس کے سر کے بال انتہائی گھنگھریالے حبشیوں کے بالوں کی طرح ہوں گے۔

④ اس کے ماتھے کے بیچ میں کافر اس طرح "ک، ف، ر" لکھا ہوگا جس کو ہر سمجھدار پڑھ لے گا۔

⑤ ایک بڑے گدھے پر سوار ہوگا، اس گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان ستر ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔

⑥ اس کا خروج، شام اور عراق کے درمیان ہوگا، اور نبوت کا دعویٰ کرے گا، پھر اصفہان آئے گا، وہاں ستر ہزار یہودی اس کے تابع ہو جائیں گے، اس کے بعد خدائی کا دعویٰ کرے گا اور زمین میں فساد پھیلائے گا۔

⑦ اللہ تعالیٰ بندوں کے امتحان کے لئے اس کے ہاتھ پر مختلف قسم کے کرشمے ظاہر فرمائیں گے۔

⑧ اس کے ایک ہاتھ میں آگ ہوگی جسے وہ جہنم کہے گا اور ایک میں باغ ہوگا جسے وہ جنت کہے گا، اپنی اطاعت کرنے والے کو جنت کی سیر کرائے گا، جبکہ نہ ماننے والے کو جہنم میں ڈالے گا لیکن جو اس کی آگ میں گرے گا اس کا اجر وثواب یقینی ہوگا۔ اور گناہ معاف ہو جائیں گے۔

⑨ زمین میں بادل کی طرح پھیل جائے گا لیکن مکہ اور مدینہ میں نہیں داخل ہو سکے گا۔

⑩ جہاں بطور استدراج (۱)، خرق عادت چیزیں دکھائے گا، وہاں اس کو آخر میں ذلیل وخوار بھی ہونا پڑے گا چنانچہ ایک شخص کو قتل کر کے زندہ کرے

(۱) (کسی کافر ملحد (بے دین) یا کسی گنہگار کے ہاتھ پر خلاف عادت کسی شئے کے ظہور کا نام استدراج یا مکر کہلاتا ہے)

گا، پھر اس کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا لیکن وہ قتل پر ہرگز طاقت نہیں رکھ سکے گا۔

⑪ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں باب لُدّ (فلسطین میں ایک مشہور دریا کے ساتھ ہے) میں قتل کیا جائے گا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے مشکوۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال)

(۳) تیسری علامت نزول عیسیٰ علیہ السلام

دجّال: خروج کر چکا ہوگا، حضرت مہدی دمشق کی جامع مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے تیار کھڑے ہوں گے، نماز (فجر) کے لئے اقامت ہو چکی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے جامع مسجد دمشق کے مشرقی سمت میں سفید مینارے پر نازل ہوں گے، نزول کے بعد حضرت مہدی ان کو نماز پڑھانے کے لئے آگے ہونے کو کہیں گے، لیکن وہ انکار کریں گے اور یہ نماز حضرت مہدی کی امامت میں ادا کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ، صفات اور کارنامے

① قد وقامت درمیانہ، رنگ سرخ وسفید ہوگا۔

② صورت میں مشہور صحابی حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہوں گے۔

③ بال شانوں تک پھیلے ہوئے سیدھے صاف اور چمکدار ہوں گے جیسے غسل کے بعد ہوتے ہیں۔

④ ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے۔

۵ عادل حاکم بن کر صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے (کیونکہ کافر یا اسلام لائیں گے یا پھر قتل کردیئے جائیں گے کفر مٹ جائے گا، روئے زمین پر اسلام پھیل جائے گا)

۶ شادی کریں گے اولاد ہوگی ۴۰ سے ۴۵ سال تک زندہ رہیں گے جب وفات ہوگی تو آنحضرت ﷺ کے روضۂ مبارک میں دفن کئے جائیں گے۔

۷ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کرنے کے لئے حضرت مہدی سے مل کر دجال پر چڑھائی کریں گے، اس وقت ان کے سانس میں یہ تاثیر ہوگی کہ کوئی کافر اس کی تاب نہ لاسکے گا بلکہ اس کے پہنچتے ہی مرجائے گا اور جہاں تک آپ کی نظر جائے گی، وہیں تک آپ کی سانس پہنچے گی۔

۸ دجّال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے، بالآخر دجال کا تعاقب کر کے ''باب لُد'' میں جاکر اس کو قتل کریں گے۔

۹ دجال کے ساتھ مسلح ستر/۷۰ ہزار یہودیوں کا لشکر بھی جب شکست کھا جائے گا، تو مسلمان ان کو چُن چُن کر قتل کریں گے، کسی یہودی کو کوئی چیز پناہ نہیں دے گی یہاں تک کہ درخت اور پتھر بول اٹھیں گے کہ یہ کافر یہودی ہمارے پیچھے چھپا ہوا ہے، آکر اسے قتل کردو۔

۱۰ اسلام کے دورِ اوّل کے بعد یہ اس امت کا بہترین دور ہوگا جس میں ہر قسم کی دینی و دنیوی برکات کا نزول، خوشحالی، آپس کی محبت غرض ایسا پرامن اور خوشگوار دور ہوگا کہ جس کا اس وقت تصور بھی ناممکن ہے۔

(۴) چوتھی علامت یاجوج اور ماجوج کا نکلنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول، دجال کی ہلاکت اور حضرت امام مہدی کی وفات کے بعد کہ جس وقت سارا انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سنبھالے ہوئے ہوں گے، نہایت سکون وراحت سے زمانہ گذر رہا ہوگا، کہ یکا یک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوگی کہ میرے بندوں کو، کوہ طور کی طرف لے جاؤ، میں ایک ایسی قوم نکال رہاہوں کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں۔

چنانچہ یہ قوم یاجوج و ماجوج ہوگی جو یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے، ذوالقرنین بادشاہ نے جوایک دیوار قائم کر کے ان کا راستہ روک دیا تھا، وہ ٹوٹ جائے گی، اور یہ بڑی قوم پوری دنیا میں پھیل جائے گی اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایمان والوں کو ساتھ لے کر کوہِ طور پر چلے جائیں گے اور انہی کے دعا کے ساتھ آسمان سے طاعون کی وباء یاجوج و ماجوج میں پھیلے گی۔ جس کی وجہ سے یہ سارے مرجائیں گے۔ اس کے بعد زمین کو ان کی لاشوں سے خالی کرنے اور ان کی بدبو سے حفاظت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر سے دعا فرمائیں گے جس کی بدولت لمبی گردنوں والے پرندے آکر ان کو کھاجائیں گے، یا سمندر میں ڈال آئیں گے، پھر ایک بارش ہوگی جس کی وجہ سے گندگی اور بدبو بالکل ختم ہوجائے گی اور لوگ نہایت چین کے ساتھ زندگی گذاریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۴۰ سال زندہ رہ کر مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے

اوران کے بعد ایک قحطانی شخص جہجاہ نامی خلیفہ مقرر ہوں گے جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود وفات سے پہلے خلیفہ مقرر کر چکے ہوں گے وہ نہایت عدل وانصاف سے حکومت کریں گے مگر اس کے ساتھ شروفساد پھیلنا بھی شروع ہو جائے گا۔

(۵) پانچویں علامت، دھویں کا ظاہر ہونا

قحطانی کے دور ہی میں شروع ہوئے فتنے ان کے بعد مزید زور پکڑنے لگیں گے، کفراور بے دینی عروج پر ہوگی، یہاں تک کہ مشرق اور مغرب میں ایک مکان جہاں منکرین تقدیر رہتے ہوں گے، دھنس جائے گا، انہی دنوں آسمان سے ایک بڑا دھواں ظاہر ہوگا جو آسمان سے لے کر زمین تک کی تمام چیزوں کو اپنی لپیٹ میں لے گا، جس کی وجہ سے لوگوں کا دم گھٹنے لگے گا، مؤمنین کو زکام کی طرح محسوس ہوگا جبکہ کافروں پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی کوئی دو دن کے بعد، کوئی تین دن کے بعد، کوئی چار دن کے بعد ہوش میں آئے گا اور اس طرح یہ دھواں چالیس دن رہے گا، قرآن کریم میں اس دھویں کے متعلق یوں ارشاد ہوتا ہے۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ. يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (الدخان: ۱۰،۱۱)

ترجمہ: لہٰذا اس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک واضح دھواں لیکر نمودار ہوگا، جو لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ایک دردناک سزا ہے۔

آیت مذکورہ میں دخان (دھوئیں) کے متعلق کچھ مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ

علامت ظہور پذیر ہو چکی ہے کب اور کیسے ہوئی اگر تحقیق مطلوب ہو تو تفاسیر کی ورق گردانی کیجئے۔

❻ چھٹی علامت سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور توبہ کا دروازہ بند ہونا ہے۔ چنانچہ ذی الحجہ کا مہینہ ہوگا، دسویں ذی الحجہ کے بعد ایک اتنی لمبی رات ہوگی کہ بچے (سونے سے تنگ آ کر) چلا اٹھیں گے اور رونا شروع کر دیں گے مسافر تنگ دل ہو جائیں گے، کہ کوئی بڑا معاملہ ظاہر ہونے والا ہے اس لئے لوگ دعا واستغفار اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مشغول ہو جائیں گے۔ اتنے میں یہ تین یا چار راتوں کے برابر رات یوں ختم ہونا شروع ہوگی کہ سورج مغرب سے ہلکی سی روشنی کے ساتھ طلوع کرے گا، اس میں روشنی ہوگی جتنی سورج گرہن کے وقت ہوتی ہے اتنا بلند ہوگا جتنا دوپہر کے وقت ہوتا ہے۔ دوبارہ مغرب میں جا کر ڈوب جائے گا اس کے بعد روزانہ عادت کے موافق مشرق سے طلوع ہوا کرے گا تمام لوگ اس حال کو دیکھ لیں گے لیکن مغرب سے سورج طلوع کرنے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، کافر کفر سے توبہ کریں گے، گنہگار اپنے گناہوں سے مگر کسی کی توبہ معتبر نہ ہوگی، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا (الانعام: ۱۵۸)

ترجمہ: جس دن تمہارے پروردگار کی کوئی نشانی آ گئی، اس دن کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے لئے کارآمد نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو، یا جس نے اپنے

ایمان کے ساتھ کسی نیک عمل کی کمائی نہ کی ہو۔

(۷) ساتویں علامت ''دَابَّةُ الْاَرْضِ'' کا نکلنا

سورج کے مغرب سے نکلنے کے بعد اسی دن یا دوسرے دن ایک عجیب قسم کا جانور مکہ معظمہ کی صفا پہاڑی میں زلزلہ واقع ہونے اور پھٹ جانے سے نکلے گا اور لوگوں سے باتیں کرے گا۔ اس کے ایک ہاتھ میں عصاء موسیٰ (علیہ السلام) اور دوسرے ہاتھ میں سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، عصا (لاٹھی) سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نورانی خط بنادے گا جس کی وجہ سے مؤمن کا چہرہ روشن ہو جائے گا اور ہر کافر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک مہر لگا دے گا جس سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا یہ جانور ساری دنیا میں گھومے گا اس کو کافر دیکھ کر ایمان لائیں گے لیکن ان کا ایمان غیر معتبر ہوگا۔ قرآن کریم اس کو یوں بیان فرماتا ہے۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ. (النمل:۸۲)

ترجمہ: اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت ان لوگوں پر آ پہنچے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے بات کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

(۸) آٹھویں علامت ''ہوا کا چلنا''

''دَابَّةُ الْاَرْضِ'' کے نکلنے کے کچھ عرصہ بعد ایک نہایت فرحت بخش ٹھنڈی ہوا

چلے گی، جو تمام مؤمنین کی روح قبض کرے گی اور سارے ایمان والے مر جائیں گے۔ حتی کہ غار یا کسی پہاڑ میں کوئی چھپا ہوا مؤمن ہو گا تو وہاں بھی پہنچ جائے گی اور وہ شخص فوت ہو جائے گا۔ اب مؤمنین کے ختم ہونے کے بعد صرف کافر ہی دنیا میں رہ جائیں گے جو نیکی اور بدی میں کوئی فرق نہیں کریں گے۔

(۹) نویں علامت حبشہ کے کافروں کا غالب ہونا

جب ہر طرف کفر کا راج ہو گا، بدکاروں کا قبضہ ہو گا، تو اس وقت حبشہ کے کافر حکومت پر مسلط ہوں گے، خانہ کعبہ کو بھی شہید کر دیں گے اور اس کے نیچے سے خزانہ نکالیں گے ہر جگہ بے حیائی اور بے شرمی کے واقعات ہوں گے یہاں تک کہ لوگوں میں جانوروں کی طرح اپنی ماں اور بہن میں بھی کوئی تمیز نہیں رہے گی قرآن کریم کاغذوں سے اٹھ جائے گا، کوئی اہل ایمان دنیا پر نہیں رہے گا۔

(۱۰) دسویں علامت آگ کا نکلنا

قیامت کی آخری علامت یہ ہے کہ یمن کی طرف سے ایک آگ نکلے گی جس کی روشنی شام تک پہنچ جائے گی وہ آگ لوگوں کو ہانک کر محشر کی زمین کی طرف لے جائے گی یعنی ملک شام کی طرف کہ جہاں مرنے کے بعد حشر ہو گا۔ وہ آگ لوگوں سے کبھی بھی جدا نہ ہو گی یہاں تک وہ ان کو ملک شام پہنچا دے گی جب لوگ وہاں پہنچ جائیں گے تو وہ آگ غائب ہو جائے گی۔ یہ وہ آخری علامت ہے جس کے متعلق حدیث میں آتا ہے "نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ"

(نوٹ) قیامت کی باقی علامات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے متعلق تفصیل دیکھئے "علامات قیامت اور نزول مسیح"
(مرتبہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم، صدر دار العلوم کراچی)

یعنی یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف دھکیلے گی۔

اس کے بعد عیش و آرام سے کچھ زمانہ تقریباً پانچ سال تک کا گذرے گا، کفر و بت پرستی عام ہوگی، زمین پر کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ ہوگا۔ اس وقت قیامت قائم ہوگی۔

قیام قیامت

ان تمام علامات کے ظہور کے بعد ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام لوگ اپنے کاروبار وعمل میں مصروف عیش و آرام میں ہوں گے، جمعہ کا دن ہوگا، محرم کی دسویں تاریخ ہوگی، یعنی یوم عاشوراء ہوگا کہ یکایک حضرت اسرافیل علیہ السلام صور "بگل" (جو سینگ کی مانند ایک چیز ہے) میں پھونک ماریں گے جس کی وجہ سے لوگوں کے کانوں میں ایک آواز آئے گی جو کہ آہستہ آہستہ بڑھتی چلی جائے گی، یہاں تک کہ رعد (گرج) کی طرح ہو جائے گی اور اس کی شدت جب مسلسل بڑھتی چلی جائے گی تو لوگوں پر بے ہوشی طاری ہو جائیگی، اور مرنا شروع ہو جائیں گے۔ اس کی آواز اتنی شدید ہوگی کہ وحشی جانور جنگلوں سے شہروں میں آجائیں گے، اسی طرح وہ بھی اس کی شدت سے مر جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا سورج، چاند، ستارے، گر پڑیں گے۔ اور پہاڑ روئی کی مانند اڑتے پھریں گے، غرض ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے اس پہلی دفعہ صور پھونکنے کا نام نفخہ اُولیٰ ہے۔

نفخہ اُولیٰ کے چالیس (۴۰) سال کے عرصے کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا، اور ہر چیز موجود ہو جائے گی۔

سبق نمبر ۲۳

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب

اٰمَنْتُ بِاللہِ...... وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللہِ تَعَالٰی

ایمان باللہ وایمان بالملائکہ، ایمان بالرسل وغیرہ کی طرح ایمان بالقدر
(بالتقدیر والقضاء) بھی ضروری ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

تقدیر یا قدر کا معنی ہے اندازہ کرنا، اور اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے اس خاص اندازے (علم) کو کہا جاتا ہے جو کہ ازل میں کیا، کہ مخلوق میں فلاں چیز اچھی ہوگی اور فلاں بری، فلاں انسان اچھا ہوگا فلاں برا۔ غرض کائنات کے پورے نقشہ کا نام قدر یا تقدیر ہے۔ پھر اس کے موافق اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو پیدا کرنے کا نام قضاء ہے جیسے کسی انجینئر کا ایک نقشہ تیار کرنا، پھر اس کے موافق بلڈنگ بنانا۔

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ: انسان کے تمام اعمال اچھے ہوں یا برے ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، انسان کو کوئی تکلیف پہنچے یا خوشی، تنگدستی ہو یا خوشحالی، یہ سب اس کے اندازے اور اس کے چاہنے سے ہوتا ہے، تقدیر کے فیصلے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ وہ جس کو چاہے ہدایت دے جس کو چاہے گمراہ کرے۔

تقدیر کے برحق ہونے کو قرآن کریم اور حدیث شریف میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

❶ قَدْجَعَلَ اللہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا. (الطلاق:۳)

البتہ (تحقیق) اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

۲ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيْرًا. (الفرقان: ۲)

ترجمہ: اور جس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کو ایک نپا تلا انداز عطا کیا ہے۔

۳ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (التوبه: ۵۱)

ترجمہ: کہہ دو: "اللہ نے ہمارے مقدر میں جو تکلیف لکھ دی ہے، ہمیں اُس کے سوا کوئی اور تکلیف ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ وہ ہمارا کارساز ہے، اور اللہ ہی پر مؤمنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے"۔

۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے ان کو کچھ وصیتیں فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی وصیت فرمائی ہے۔

"وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ. (ترمذی)

ترجمہ: اور یقین کر لے کہ اگر ساری جماعتیں (تمام لوگ) تجھے فائدہ پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو تجھے کسی چیز کا فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے، مگر جو تیرے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھا اور اگر ساری جماعتیں نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائیں تو تجھے کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں مگر وہ نقصان جو اللہ لکھ چکے ہیں۔

سوال جب نیکی، بدی، ایمان اور کفر، جنتی ہونا یا جہنمی ہونا بندوں کے متعلق لکھا جا چکا تو وہ محض مجبور ہوئے۔ جنت یا جہنم ان کو لکھی ہوئی تقدیر کے موافق ملے گی تو پھر

انسان کو احکامات کا مکلّف بنا کر اس کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسل اور کتابوں کو کیوں بھیجا گیا؟

جواب (۱) یہ مسئلہ متشابہات میں سے اور متشابہات کے پیچھے پڑنا کجرو (ٹیڑھا چلنے والے) لوگوں کا کام ہے، اس کی تحقیق کرنے میں نقصان تو ہو سکتا ہے، فائدہ کچھ نہیں۔ حدیث شریف میں اس کی تحقیق کرنے اور اس میں بحث کرنے سے سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ ونحن نتنازع فی القدر فغضب حتی احمر وجھه حتی کانما فقئ فی وجنتیه الرمان قال ابھذا امرتم؟ ام بھذا ارسلت الیکم انما ھلک من کان قبلکم حین یتنازعون فی ھذا الامر عزمت علیکم ان لا تنازعوا فیه. رواہ الترمذی.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہم تقدیر کے متعلق بحث کر رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے (ہماری اس بحث میں الجھنے کی وجہ سے) آپؐ اتنے غضبناک ہوئے کہ آپ کا چہرہ مبارک اتنا سرخ ہوگیا کہ گویا آپؐ کے رخسار مبارک پر انار کے دانے نچوڑے گئے ہوں، پھر فرمایا کہ کیا تمہیں اس بات کا حکم کیا گیا ہے۔ یا مجھے اس بات کے لئے بھیجا گیا ہے تم سے پہلے بھی لوگ صرف اس وجہ سے ہلاک کیے گئے کہ جس وقت انہوں نے تقدیر کے بارے میں بحث کی، میں تمہیں قسم دیتا ہوں (دو مرتبہ) کہ اس بارے میں بحث نہ کرنا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے:

”من تکلم فی شیئ من القدر سئل عنه یوم القیامة ومن لم یتکلم فیه لم یسئل عنه. رواه ابن ماجه. (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۳)

یعنی جو شخص تقدیر کے متعلق کچھ بولے گا اس سے قیامت کے دن سوال ہوگا اور جو شخص اس میں نہیں بولے گا اس سے سوال نہیں ہوگا۔

جواب (۲) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہ اس لئے لکھا ہے کہ اس کو پہلے سے یہ معلوم تھا کہ فلاں انسان اپنے اختیار سے کفر اپنائے گا یا ایمان لائے گا یا نیکی یا برائی کرے گا جیسا کہ کوئی ماہر طبیب نبض دیکھ کر بتادے کہ یہ مریض اتنے دنوں میں مرجائیگا یا اس کے بعد یہ حالت ہوگی، پھر اگر حکیم کے اس بتانے کے بعد وہ مریض مرجائے یا حالت میں تبدیلی آجائے تو ملامت حکیم کو نہیں کی جاتی ہے کہ یہ کیوں ہوا۔ طبیب نے اس کو موت پر مجبور کیوں کیا بلکہ الٹا طبیب کی مہارت کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ واقعی اس کا اندازہ درست ثابت ہوا یہ تو ایک عام انسان کی بات تھی، اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا علم کتنا وسیع ہے وہ تو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔کیا وہ پہلے سے یہ نہیں جان سکتا؟ کہ فلاں آدمی کیا کرے گا، نیک ہوگا یا بد، جنتی ہوگا یا جہنمی وغیرہ وغیرہ ضرور جانتا ہے۔معلوم ہوا کہ سب کام انسان اپنے ارادہ واختیار سے کرتا ہے۔ نیکی اور بدی میں اس کو چھوٹ دی گئی ہے، جو چاہتا ہے کرلے اس لئے اس کو احکام کا مکلف بنایا گیا، انبیاء ورسل ہادی بن کے آئے، اور کتابیں بھیجی گئیں۔

تقدیر پر یقین رکھنے کے فوائد

❶ خدانخواستہ اگر کوئی مصیبت یا تکلیف واقع ہوجائے تو دل مضبوط رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی منظور تھا، اس کے برعکس کبھی بھی نہ ہوتا اب جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے اس کا ازالہ فرمائیں گے۔

❷ جب معلوم ہو کہ مقدر میں یہ تکلیف پریشانی آنی تھی لہٰذا وہ مایوس نہیں ہوگا۔

❸ تقدیر پر ایمان ہو تو کوئی تدبیر ایسی نہیں کریگا، جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔

❹ تقدیر پر ایمان کی وجہ سے تمام تدبیریں اختیار کرنے کے بعد بھی دعا میں مشغول ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوگا کیونکہ اس کو یہ یقین ہوگا کہ دعا مانگنے سے ہی یہ مصیبت ٹل سکتی ہے۔

❺ جب تقدیر پر ایمان ہو تو کسی بھی کامیابی کو اپنی تدبیر کا نتیجہ سمجھ کر اس پر کوئی فخر و ناز نہیں کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھے گا۔

(حیاۃ المسلمین بحوالہ ھدایت المؤمنین ملخصاً)

❻ تقدیر پر ایمان کی وجہ سے کسی عابد و زاہد کو فخر کی کوئی مجال نہیں کہ وہ یقیناً جنت میں جائیگا کیونکہ موت کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کس حالت میں موت واقع ہوگی۔

سبق نمبر ۲۳

موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان کا مطلب

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ.........وَالْبَعْثِ بَعْدَالْمَوْتِ

ایمان مفصل میں ذکر کردہ ساتویں اور آخری چیز ہے" ایمان بالبعث بعد الموت "یعنی موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان، جیسا کہ ایمان بالیوم الأخر میں ذکر ہوا کہ نفخہ اولیٰ (پہلی دفعہ صور پھونکنے) کے وقت پورا نظام کائنات درہم برہم ہوجائے گا ہر چیز فنا ہو جائے گی، بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کے سب کچھ فنا ہو چکا ہوگا پھر اس نفخہ اولیٰ کے بعد تقریباً چالیس سال کا عرصہ گذر چکا ہوگا کہ دوبارہ صور پھونکا جائے گا، ہر چیز دوبارہ موجود ہو جائے گی، اس کو نفخہ ثانیہ کہتے ہیں چنانچہ اس نفخہ کے بعد مردوں کو قبروں سے نکال کر موقف حساب میں ان سے حساب کتاب، جزاوسزا، جنت و دوزخ بھیجنے کے لئے لایا جائیگا، اس کو بعث ونشر کہتے ہیں۔ اسی نفخہ ثانیہ کے متعلق قرآن کریم میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

"ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرىٰ فَإِذَاهُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ" (الزمر:۶۸)

ترجمہ: پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب لوگ پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

اس (بعث ونشر) کے ثبوت میں اکثر آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس کا منکر کافر ہے۔

سب سے پہلے ہمارے نبی ﷺ قبر مبارک سے اس طرح باہر تشریف لائیں گے، کہ آپؐ کے داہنے ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا، اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اور دیگر انبیاء علیہم السلام، پھر صدیقین، شہدا، صالحین اور مومنین یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (الفاطر:۳۴)

ترجمہ: ''تمام تعریف اللہ کی ہے جس نے ہم سے ہر غم دور کردیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بہت بخشنے والا، بڑا قدر دان ہے''۔

جبکہ کفار اور اشرار یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے:

''یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا'' (یٰسٓ:۵۲)

ترجمہ: ہائے ہماری کم بختی! ہمیں کس نے ہماری خواب گاہوں سے اٹھایا؟''

اور ہر جماعت اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ اٹھائی جائے گی، یعنی نیکوں کا گروہ الگ ہوگا، اور بروں کی جماعت الگ، علیٰ ہٰذا القیاس۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ اٹھوں گا پھر بقیع میں آؤں گا پس وہاں سے لوگ میرے ساتھ ہوں گے۔ اس کے بعد میرے پاس مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ آئیں گے اور ہر شخص جس حال میں مرا ہے اس میں اٹھے گا، شہیدوں کے زخموں سے خون بہتا ہوگا جس کی رنگت اور خوشبو زعفران کی سی ہوگی اور جو حج میں مرا ہوگا وہ لبیک کہتا ہوا اٹھے گا، شرابی نشہ کی حالت میں اٹھے گا ہر شخص

برہنہ بے ختنہ اٹھے گا۔

پس سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا سفید خلّہ پہنایا جائے گا۔ان کے بعد آنحضرت ﷺ کو ان سے بہتر کپڑے پہنائے جائیں گے۔ان کے بعد اور رسولوں اور نبیوں کو،ان کے بعد مؤذنوں کو پہنائے جائیں گے،پھر کوئی پیدل کوئی سوار میدان حشر میں جائیں گے،بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو اور کسی پر تین کسی پر چار،کسی پر دس سوار ہوں گے،کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدان حشر میں پہنچے گا،کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے،کسی کو آگ جمع کرے گی۔

میدان حشر کہاں ہوگا؟

میدان حشر ملک شام کی زمین پر قائم ہوگا،زمین ایسی ہموار ہوگی کہ اس کے ایک کنارے پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے،اس وقت زمین تانبے کی ہوگی اور آفتاب ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا،پس اس دن کی تپش کو کون بیان کرسکتا ہے،اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔دماغ کے بھیجے کھولتے ہوں گے،اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہوجائے گا، پھر جب زمین پسینہ نہ پی سکے گی تو اوپر کو چڑھے گا کسی کے ٹخنوں تک کسی کے گھٹنوں تک،کسی کی کمر،کسی کے سینے،کسی کے گلے تک اور کافر کے منہ تک چڑھ کر لگام کی طرح جکڑے گا،جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔اس گرمی کی حالت میں جو کیفیت ہوگی محتاج بیان نہیں،زبانیں سوکھ کر کانٹا ہوجائیں گی اور بعضوں کی زبانیں منہ سے

باہر نکل آئیں گی دل ابل کر گلے تک آجائیں گے، ہر مبتلا بقدر گناہ تکلیف میں مبتلا ہوگا کس کس مصیبت کو بیان کیا جائے، باقی بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے، پھر سب کو نامۂ اعمال دیئے جائیں گے، نامۂ اعمال مؤمنوں کو سامنے سے دائیں ہاتھ اور کافروں کو پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ملیں گے، نیکیاں اور بدیاں ''میزان عدل'' میں تولی جائیں گی جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور جس کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے وہ کچھ مدت اعراف میں رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں جائے گا۔

''فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ (القارعۃ: ٦)

ترجمہ: پھر جس شخص کا پلڑا بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلڑا ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور کیا آپ کو معلوم کہ وہ کیا چیز ہے' ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

میزان عدل کی کیفیت

میزان عدل کی کیفیت بلکہ حشر کی جملہ چیزوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، وہ دنیا والوں کی میزان و دیگر چیزوں جیسی نہ ہوگی مسلمانوں کے حساب میں آسانی ہوگی اور کافروں کے حساب میں رسوائی اور تنگی ہوگی لیکن کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا حقوق العباد کا بدلہ اس طرح دیا جائے گا کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلائی جائیں

گی۔ پس ایک دانگ (بقدر چھ رتی) کے بدلہ میں سات سو مقبول نمازیں دی جائیں گی وغیرہ۔ اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈالی جائیں گی۔ پرندوں اور وحشی جانوروں کا بھی حساب ہوگا، خواہ کسی حیوان نے حیوان پر ظلم کیا ہو یا انسان نے حیوان پر، سب کو بدلہ دلایا جائے گا۔ اور سب کو بدلہ دلا کر سوائے جن وانس کے سب کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ میزان حق ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔

پل صراط اس کا منکر بھی کافر ہے میدان حشر کے گرد دوزخ محیط ہوگی، جنت میں جانے کے لئے اس دوزخ پر ایک پل ہوگا جو کہ بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز اور رات سے زیادہ کالا ہوگا، یعنی اس پر اندھیرا ہوگا سوائے ایمان کی روشنی کے کوئی روشنی نہ ہوگی، اس کی سات گھاٹیاں ہیں، اور ہر ایک گھاٹی تین تین ہزار کوس کی ہے، سب کو اس پر چلنے کا حکم ہوگا، اور اس پر سب سے پہلے نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ گزریں گے (جو کل جہاں کے رہبر اور امت کے غمخوار ہیں اور امت کی خاطر فضل الٰہی کے طالب ہیں) اور ایک لاکھ فرشتے پل صراط کی ہر طرف کھڑے ہوئے دعا مانگتے ہوں گے، آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت گذرے گی ان کے بعد دوسری امتیں باری باری گزریں گی۔ اس وقت سوائے انبیاء کے اور کوئی کلام نہ کرے گا۔ اور انبیاء علیہم السلام کا کلام یہ ہوگا "اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ" اے اللہ سلامت رکھ، سلامت رکھ۔ اور جہنم میں پل صراط کے دونوں جانب سعدان جھاڑی کے کانٹوں کی مانند آنکڑے ہوں گے کہ ان کی لمبائی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس وہ لوگوں کو بقدر اعمال و حسب حکم الٰہی پکڑیں گے بعض کو بالکل پکڑ کر جہنم میں

گرادیں گے اور بعض کا گوشت چھیل ڈالیں گے لیکن زخمی کو اللہ تعالیٰ نجات دے گا۔ مؤمن سب گذر جائیں گے۔ بعض تو اس پر سے بجلی کی مانند گزر جائیں گے اور بعض تیز ہوا کی مانند، بعض پرندوں کی مانند، بعض تیز گھوڑے کی مانند، بعض تیز اونٹ کی مانند جلد گزر جائیں گے، بعض جیسے تیز آدمی دوڑتا ہے، بعض تیز چلنے والے پیدل کی مانند بعض عورتوں کی طرح آہستہ آہستہ، بعض سرین کے بل پیر گھسیٹتے ہوئے چلیں گے اور کوئی چیونٹی کی چال چلے گا کفار اور منافق سب کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

فائدہ شریعت اُس عالم میں پل صراط کی صورت میں ظاہر ہوگی پس جتنا جس کو اس شریعت پر چلنا آسان تھا اتنا اس کو آخرت میں اس پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا اور اس کے حق میں پل صراط زیادہ وسیع اور فراخ راستہ بن جائے گا۔ اور جس کے لئے جتنا یہاں شریعت پر چلنا مشکل ہے اس کے لئے اتنا ہی وہاں پل صراط سے گذرنا مشکل ہوگا۔ پل صراط بال سے بھی زیادہ باریک ہوگا یہاں تک کہ کفار و منافقین اس پر سے گذر نہیں سکیں گے، اور کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ کا شفاعت کرنا

آپ کی شفاعت برحق ہے، یعنی قیامت کے روز حضور انور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور میں گنہگار بندوں کی سفارش کریں گے، جبکہ سب لوگ نہایت اضطراب اور بیقراری کی حالت میں آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور وہ اپنے سے دوسرے نبی کے پاس بھیجتے اور معذوری ظاہر کرتے رہیں

گے حتی کہ ہمارے حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے تو آپ ﷺ فرمائیں گے، ہاں میں اس کے لئے مقرر ہوں، میں اپنے رب سے اجازت مانگوں گا اور مجھے اجازت ہوگی باوجودیکہ آنحضرت ﷺ کو یہ فضیلت عطا ہو چکی ہے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کے جلال وجبروت کے ادب سے حضور انور ﷺ شفاعت کی اجازت مانگیں گے اور سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ کی بے حد وبے شمار حمد وثنا کریں گے تب آپ ﷺ کو شفاعت کی اجازت ہوگی اور آپ ﷺ اپنی امت کے لئے متعدد بار شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ بخشتا رہے گا یہاں تک کہ جس نے صدق دل سے لا الٰہ الّا اللہ کہا اور اس پر مرا، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ بھی کیے ہوں دوزخ سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کیا جائے گا، بشرطیکہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔ الغرض کفر وشرک کے سوا باقی تمام گناہوں کی شفاعت ہوگی۔ بلکہ کبیرہ گناہوں والے شفاعت کے زیادہ محتاج ہیں، کیونکہ صغیرہ گناہ تو دنیا میں بھی عبادتوں سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس روز آپ ﷺ تمام مخلوق خدا کی شفاعت کریں گے خواہ وہ کسی نبی کا امتی بھی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ اس روز ہر ایک جان لے گا کہ آپ سید المرسلین اور امام النبیین اور محبوب رب العالمین ہیں۔ جو آپ کے دامن کے نیچے آچھپا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا پھر آنحضرت ﷺ کے بعد دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء، شہداء، علماء اور حفاظ وحجاج بلکہ ہر وہ شخص جسے کوئی دینی منصب عنایت ہوا، اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا۔ لیکن بغیر اجازت کوئی شفاعت نہ کر سکے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے بعض شخص ایک بڑے انبوہ کی شفاعت کریں گے اور بعض

ایک قبیلہ کی اور بعض چالیس آدمیوں کی اور کوئی ایک آدمی کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ سب مؤمن جنت میں داخل ہوں گے۔

مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو بلوغ سے پہلے مر گئے حتی کہ جو ناقص الخلقت بچہ ماں کے پیٹ سے گر کر مر گیا، وہ بھی قیامت کے روز اپنے والدین کی شفاعت کرے گا۔ اور بعض لوگوں کی قرآن یا کوئی اور عمل صالح شفاعت کرے گا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی طفیل سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور۔ رب عزوجل ان کے ساتھ تین جماعتیں اور دے گا، معلوم نہیں کہ ہر جماعت میں کتنے آدمی ہوں گے اس کا شمار وہی جانتا ہے۔ تہجد پڑھنے والے بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔

اس امت میں ایسا شخص بھی ہوگا جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک کہ نگاہ پہنچے وہ سب کھولے جائیں گے، رب عزوجل فرمائے گا ان میں سے کسی امر کا تجھے انکار تو نہیں ہے میرے فرشتوں (کراماً کاتبین) نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ وہ عرض کرے گا نہیں اے رب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے پاس کوئی عذر ہے عرض کرے گا نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا ہاں تیری ایک نیکی ہمارے حضور میں ہے اور تجھ پر آج ظلم نہ ہوگا اس وقت ایک پرچہ جس پر ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' لکھا ہوگا نکالا جائے گا اور حکم ہوگا جا وزن کروالے، وہ عرض کرے گا اے رب! یہ پرچہ ان دفتروں کے سامنے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ ہوگا پھر

ایک پلڑے میں یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ پرچہ پس وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا بیشک اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں جس پر رحم فرمائے تھوڑی چیز بھی بہت ہے۔

بعض سے خفیۂ حساب لیا جائے گا اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک چیز کی باز پرس ہوگی، اور عذاب میں ڈالا جائے گا۔ بعض کافر ایسے بھی ہوں گے کہ جب اللہ تعالیٰ نعمتیں یاد دلا کر ان سے فرمائے گا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں تجھ پر اور تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقہ دیا اور ان کے علاوہ جہاں تک ہو سکے گا اپنے نیک کاموں کا ذکر کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا اچھا تو ٹھہر جا تجھ پر گواہ پیش کئے جائیں گے۔ یہ اپنے جی میں سوچے گا کہ مجھ پر کون گواہی دے گا اس وقت اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء کو حکم ہوگا کہ گواہی دو، تب اس کی ران، ہاتھ، گوشت، پوست اور ہڈیاں سب گواہی دیں گے کہ: یہ تو ایسا تھا ویسا تھا اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اسی سے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

"اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰىٓ اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (یس: ۶۵)

ترجمہ: آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

یہ قیامت کا دن حقیقۃً قیامت کا دن ہے، جو پچاس ہزار برس کا دن ہے،

جس کے مصائب بے شمار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہیں ان کے لئے یہ دن اس قدر ہلکا کر دیا جائے گا کہ ان کو یوں معلوم ہوگا کہ اس میں اتنا وقت صرف ہوا ہے، جتنا ایک وقت کی فرض نماز میں صرف ہوتا ہے، بلکہ اس سے بھی کم یہاں تک کہ بعضوں کے لئے تو پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا

"وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ" (النحل:۷۷)

اس دن اللہ عزوجل حضور اکرم ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا، کہ تمام اولین وآخرین آنحضرت ﷺ کی حمد وستائش کریں گے، نیز آپ کو ایک جھنڈا مرحمت ہوگا جس کو "لواءِ حمد" کہتے ہیں، تمام مؤمنین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک اسی کے نیچے ہوں گے۔

سبق نمبر ۴۷

حوض کوثر

قیامت کے دن ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا اور ہر نبی کی امت کی الگ الگ پہچان ہوگی، جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو ان کو نہایت شدید پیاس لگی ہوگی ہر نبی اپنی اپنی امت کو اسکی علامت سے پہچان کر اس حوض سے پانی پلائے گا ہمارے نبی مکرم ﷺ کے حوض کا نام ''کوثر'' ہے۔ وہ سب حوضوں سے بڑا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی امت کی پہچان یہ ہے کہ ان کے وضو کے اعضاء نہایت روشن ہوں گے، آنحضرت ﷺ کا حوض یعنی حوض کوثر ایک ماہ کی مسافت کی درازی میں ہے اس کے برابر یعنی زاویہ قائمہ ہے اور اس کے کناروں پر موتی کے قبے ہیں، اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا گلاب اور مشک سے زیادہ خوشبودار، سورج سے زیادہ روشن اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اس کے برتن (آبخورے) ستاروں کی مانند چمکدار اور بکثرت ہیں۔ اس میں جنت سے دو پرنالے ہر وقت گرتے رہتے ہیں، ایک سونے کا دوسرا چاندی کا، آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے بھر بھر کے پلائیں گے۔ مؤمنین اسے پی کر خوشحال ہوں گے جو ایک بار پی لے گا پھر پیاسا نہ ہوگا یعنی حشر کے میدان میں اس کو پیاس نہ لگے گی۔

مرتد، کافر اور مشرک حوض کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے، بعض علماء کے

نزدیک اسلام کے گمراہ فرقے مثلاً روافض، خوارج اور معتزلہ وغیرہ بھی اس نعمت سے محروم رہیں گے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ پل صراط پر گذرنے کے بعد حوض کوثر پر اہل محشر آئیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ حساب سے پہلے، لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض کو قبر سے اٹھتے ہی یہ پانی ملے گا اور بعض کو گناہوں کے سبب دیر میں ملے گا، یہاں تک بعض کو پل صراط پر گذرنے کے بعد اور بعض کو دوزخ سے خلاصی پاکر جنت میں جانے سے پہلے ملے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس روز لوگوں کو پانی پلائیں گے ان کے ساتھ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک ہوں گے۔ پس حوض کوثر حق ہے البتہ اس کا طول اور عرض و دوسری کیفیات خبر واحد سے ثابت ہیں جو مرتبۂ ظن میں ہیں، جنت، دوزخ اور اعراف حق ہیں ان میں کسی قسم کا شک نہیں برے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔

دوزخ یہ ایک مکان ہے کہ اس قہار و جبّار کے جلال و قہر کا مظہر ہے اور اس کے قہر و غضب کی کوئی حد نہیں کہ ہر تکلیف جس کا تصور کیا جاسکتا ہے، اس کے بے انتہا عذاب کا ادنیٰ سا حصہ ہے، پس دوزخ کا عذاب بے انتہاء درجہ کا ہے جس کا حال قرآن و حدیث میں تفصیل سے مذکور ہے اور وہ برحق ہے اس کا منکر کافر ہے۔

جنت جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بنایا

ہے، اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے اور نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گذرا ہے۔ اس لئے اس کی تعریف میں جو کچھ بھی کہا جائے وہ صرف سمجھانے کے لئے ہے ورنہ حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جنت اور اہلِ جنت کی پر تعیش زندگی اور اس کی باقی مخلوق حورانِ بہشتی اور غلمان وغیرہ کی تفصیل کتبِ احادیث میں موجود ہے، اس پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔

اعراف جن لوگوں کی نیکی اور بدی برابر ہوگی نہ دوزخ کے مستحق ہوں گے نہ جنت کے لیکن جنت کی طمع رکھتے ہوں گے وہ شروع میں اعراف میں رہیں گے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں جائیں گے۔ اَعراف جمع ہے عَرَف کی، عَرَف بلند جگہ کو کہتے ہیں، جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے جو جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہے اسی درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو اعراف کہتے ہیں۔

سبق نمبر ۲۸

شفاعت اور اس کی قسمیں

جاننا چاہیے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شفاعت (سفارش) برے لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کے اذن واجازت سے برحق اور ثابت ہے، اللہ تعالیٰ انبیاء، علماء، شہداء اور فرشتوں کو ایمان والوں کے حق میں کچھ عرض کرنے کی اجازت عطا فرمائیں گے، جیسا کہ گذشتہ سبق میں تفصیل سے گذرا، اب سوال یہ ہے کہ یہ شفاعت کیسی ہوگی اور کس طرح کریں گے؟

یاد رکھیں کہ شفاعت کی تین قسمیں ہیں۔

① شفاعت وجاہت ② شفاعت محبت ③ شفاعت بالاذن

① شفاعت وجاہت یہ ہے کہ کسی کی وجاہت اور دبدبہ سے مرعوب وخوفزدہ ہوکر بادل نخواستہ (نہ چاہنے کے باوجود) اس کی سفارش قبول کرنا جیسے کوئی شخص چوری کرنے کے بعد پکڑا جائے اور قانونی طور پر سزا کا مستحق ہوجائے، اور حاکم وقت سزا کا پختہ ارادہ کرے، لیکن اچانک چور کسی ایسے بڑے کو سفارشی بنا کر لائے جس سے حکومت وقت اور حاکم کے عہدہ کو خطرہ لاحق ہوجائے اگر اس بڑے آدمی کی سفارش نہ مانی تو اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے گا، اور یہ بڑا آدمی فتنہ اور بغاوت پیدا کردے گا، لہٰذا مجبور ہوکر اس کی سفارش قبول کرکے چور کو معافی دے دیتا ہے، اگرچہ اس کا پختہ عزم یہی تھا کہ اس چور کو سزا دے دیتا تو ایسی شفاعت اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ کوئی نبی

کرے گا نہ کوئی فرشتہ وغیرہ اور اس طرح کی شفاعت کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں رکھنا کفر ہے اور ایسی شفاعت اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز نہیں ہوگی۔

۲ شفاعتِ محبت یعنی کسی کی محبت میں مجبور ولاچار ہو کر بادل نخواستہ مجرم کے حق میں سفارش قبول کرنا مثلاً چور نے چوری کی اور جرم ثابت ہوگیا، اب سزا کے نفاذ کے وقت چور حاکم یا بادشاہ کے سامنے اس کے کسی پیارے اور محبوب آدمی کو سفارشی بنا کر لاتا ہے کہ اگر اس کی سفارش بادشاہ یا حاکم نہ سنے تو وہ محبوب روٹھ جائے گا، اب بادشاہ اس اپنے محبوب کے روٹھ جانے کے ڈر سے اس کی سفارش قبول کر لیتا ہے، اس طرح کی شفاعت کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے دربار کے متعلق رکھنا بھی کفر ہے۔

۳ شفاعت بالاذن یعنی کسی مجرم کے حق میں بادشاہ کی مرضی معلوم کر کے مجرم کی سفارش کرنا مثلاً کسی مجرم کا جرم تو ثابت ہوگیا کہ اس کو سزا دی جائے لیکن وہ اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے اور اپنے کئے پر سخت شرمندہ ہے، اب بادشاہ کو اس کے حال کو دیکھ کر رحم آجاتا ہے اب اس کو معاف کرنا چاہتا ہے لیکن قانون کی اہمیت کو برقرار رکھتے ہوئے اب اگر کوئی شخص بادشاہ کے مقربین میں سے بادشاہ کی مرضی معلوم کر کے اس مجرم کے بارے میں شفاعت کر لیتا ہے اور بادشاہ اس کو قبول کر لیتا ہے اور اس کی معافی کا اعلان کر دیا جاتا ہے جس سے قانون پر بھی کوئی زد نہیں پڑتی اور سفارش کرنے والے کا مقام بھی بادشاہ کے سامنے واضح ہو جاتا ہے تو اس طرح کی شفاعت برحق ہے اسی کے اہل السنت والجماعت قائل ہیں اسی کا قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے۔

① مَن ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. (بقرہ:۲۵۵)

ترجمہ کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے؟

② وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ (سبا،۲۳)

ترجمہ اور اللہ کے سامنے کوئی سفارش کارآمد نہیں ہے، سوائے اُس شخص کے جس کے لئے خود اُس نے (سفارش کی) اجازت دے دی ہو۔

③ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی. (النجم:۲۶)

ترجمہ: اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کسی کے کچھ بھی کام نہیں آسکتی، البتہ اِس کے بعد ہی کام آسکتی ہے کہ اللہ جس کے لئے چاہے اجازت دیدے، اور اُس پر راضی ہو جائے۔

ان آیات میں شفاعت کی تیسری قسم شفاعت بالاذن ثابت ہوتی ہے اگر کوئی متعصب جاہل، ضدی اور ہٹ دھرم انسان یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اولیاء وانبیاء یا کوئی فقیر درویش زبردستی سفارش کر کے ہمیں عذاب سے بچالے گا، جیسا کہ آج کل جہّال کا عقیدہ ہے، تو وہ قرآن وحدیث کے خلاف اور مردود ہے۔ افسوس ہے کہ اس طرح کا عقیدہ کچھ جاہل پیروں اور مریدوں میں بھی پایا جاتا ہے، یہاں تک سنا گیا ہے اپنے مریدوں سے ایسے نام نہاد پیر یہ کہہ کر ہدیہ وصول کرتے ہیں، کہ ہم آگے تمہارے سفارشی بنیں گے اس لئے جتنا ہو سکے ہماری خدمت کرو، باقی فرائض، نماز، روزہ وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں یہ سب کچھ ہم بخشوا دیں گے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

بس عقیدہ سے متعلق یہ چند اسباق تھے، جو آپ حضرات نے پڑھے جس سے مقصود صرف اظہار حق ہے، کسی پر بے جا تنقید نہیں۔

یقیناً یہ مختصر ہے۔ تفصیل تو اہل علم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اور قرآن کریم سے خصوصی تعلق میں بھی کافی بیماریوں کی شفاء ہے۔ جیسا کہ خود ارشادِ خداوندی ہے "وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل، ۸۲)

ترجمہ اور ہم وہ قرآن نازل کرر ہے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت کا سامان ہے، البتہ ظالموں کے حصے میں اُس سے نقصان کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہیں ہوتا۔

اور اس میں مسئلہ کا حل موجود ہے لیکن سب کچھ اس وقت ہوسکتا ہے جب ہدایت کی طلب اور انابت الی اللہ ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو راہِ حق پر چلائے اور حق کا داعی بنائے۔ بالآخر ہمارا خاتمہ ایمان ہی پر فرمائے۔ آمین یا ربّ العالَمِین.

وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمدٍ وّاٰله واصحابه اجمعین

العبد الضعیف ابوالظہیر مولانا ہدایت اللہ

هداه الله بهدايته الكاملة

خويدم الطلبة بالجامعة العربية المركزية تجويد القرآن كوئٹه

١٧ ربيع الآخر ١٤٢٣ه 2003م